ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۳ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ
۱۱ اپریل ۱۹۶۹ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

فون نمبر: ۶۷۵۴۵

جلد ۱۴ | ۲۳ر محرم الحرام ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۱ر اپریل ۱۹۶۹ء | شمارہ ۴۹

توجّہ طلبات

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل اے۔ایم۔یحییٰ خاں نے پاکستان کے صدر مملکت کا عہدہ سنبھال لیا ہے۔ ظاہر ہے آئین منسوخ ہو جانے کے بعد ۲۵ر مارچ کے اقدام کا یہ ایک لازمی اور منطقی تقاضا ہونا چاہئے تھا اب تمام وزراء اور دونوں صوبوں کے گورنرز اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہو چکے ہیں۔ اور تمامتر ایڈمنسٹریشن مارشل لاء حکّام کے ہاتھ میں ہے۔

تاہم ایک بات ضرور توجّہ طلب ہے کہ وہ سول افسران جنہوں نے مارشل لاء سے پہلے دھاندلی مچا رکھی تھی اور ملک کو جی بھر کر لوٹا تھا، اب بھی اپنی مسندوں پر متمکن ہیں اور ہمیں یقینِ واثق ہے کہ مارشل لاء کے حکّام ان کی چھانٹی کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کریں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہتھیلی پہ سرسوں نہیں جمائی جا سکتی اور تمام امور یک قلم طے نہیں پا سکتے مگر حکّامِ مارشل لاء کو اس طرف سے ذرہ برابر بھی غفلت نہیں کرنی چاہئے —— اگر مارشل لاء ایڈمنسٹریشن نے انتظامیہ کی تطہیر کا مبارک فریضہ اور اہم کارنامہ سرانجام دے دیا تو ملک و قوم پر اس کا احسانِ عظیم ہوگا۔ اور ملک کا بچہ بچہ صدقِ دل سے کارپردازانِ مارشل لاء کا شکر گذار ہوگا —— ہمیں خوشی ہے کہ مارشل لاء ایڈمنسٹریشن نے ۱۹۵۸ء کی طرح چھوٹی چھوٹی باتوں اور معمولی اور بے حیثیت افراد کے محاسبہ میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا اور اس کا نصب العین اعلیٰ حکّام اور اہم ستونوں کو راہِ راست پر لانا ہے اور لازمی بات ہے کہ اس نہایت اہم اور ضروری کام میں کچھ وقت لگے گا مگر عوام کے دل کی پکار یہ ہے کہ اس کام میں کسی قسم کی رُو رعایت ہرگز نہ ہونی چاہئے اور نہ ہی مارشل لاء ایڈمنسٹریشن کو بدنام سول حکّام سے مشورے لینے چاہئیں۔ یہ اعلیٰ سول حکّام ہر آنے والے صاحبِ اقتدار کو چکنی چپڑی باتوں سے رام کرنے اور اسے سبز باغ دکھا کر فریب دینے میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں اور عوام کے جذبات و احساسات ہرگز سربراہِ مملکت تک نہیں پہنچنے دیتے اور اگر پہنچاتے ہیں تو انہیں نہایت غلط رنگ دے کر۔ جس کا لازمی اور بدیہی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عوام اور حکومت کے درمیان افتراق کی ایک خلیج حائل ہو جاتی ہے اور دن بدن اس کی وسعت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ عوام کی ضروریات اور مشکلات کا علم سربراہِ مملکت کو نہیں ہوتا اور سربراہِ مملکت کی مجبوری سے عوام بے خبر رہتے ہیں۔ پس مارشل لاء ایڈمنسٹریشن کو عوامی ضروریات و مشکلات اور ان کے مطالبات کا اپنے ذرائع سے پتہ چلانا چاہئے۔ اور انہیں دور کرنے کی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں اور بگلا بھگت قسم کے سول حکّام سے گلو خلاصی حاصل کرنی چاہئے —— اس اقدام سے عوام میں مارشل لاء کے حکّام کی مزید قدر افزائی ہوگی اور عوام کے دلوں میں جو اپنی فرض شناس افواج کا پہلے ہی سے بے حد احترام کرتے ہیں افواج کی محبت اور زیادہ بڑھے گی۔

اس موقع پر ہم مارشل لاء ایڈمنسٹریشن سے یہ درخواست کرنا بھی ضروری خیال کرتے ہیں اور وہ اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ پاکستان کلمۂ لا الٰہ الّا اللہ کی بنیاد پر معرضِ وجود میں آیا تھا۔ چنانچہ اگر اس ملک میں اسلام کا نفاذ عمل میں نہ آیا تو نظریۂ پاکستان کی نفی ہو جائے گی اور بانیٔ پاکستان کے قوم سے کئے گئے تمام مواعید باد ہوا اور جھوٹے ثابت ہو جائیں گے اس لئے لازم ہے کہ کارپردازانِ مارشل لاء اپنی تمام مساعی اسلامی آئین کے نفاذ کے لئے وقف کر دیں اور اس طرح عنداللہ، عندالناس اور عندالمملکت سرخرو ہوں۔

ہماری دعا ہے کہ مارشل لاء انتظامیہ نے اصلاحِ احوال اور تعمیرِ نو کے ٹھوس آغاز اور ملک کی سرحدوں کے دفاع کے ساتھ ساتھ اسے اندرونی تخریب سے بچانے کی جو ذمہ داری قبول کی ہے اللہ تعالیٰ اس سے عہدہ برآ ہونے کی اسے توفیق نصیب فرمائے اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور صدر مملکت ملک و قوم سے کئے گئے وعدوں کو جلد از جلد پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ آمین۔

★

ایڈووکیٹ جنرل نے ڈی ایس پی چیمہ کے لئے وکیل صفائی کے فرائض انجام دینے سے انکار کر دیا

ہائیکورٹ نے مقدمے کی سماعت ۲۲ر اپریل تک کے لئے ملتوی کر دی

استغاثہ کے گواہ آئندہ تاریخ پر عدالت میں پیش ہوں گے

لاہور ۳ر اپریل، صوبائی ایڈووکیٹ جنرل نے سابق ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ مسٹر محمد شریف چیمہ

(باقی صفحہ ۹ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

ٹیلیفون نمبر: ۶۷۵۴۵

جلد ۱۴	۲۳ر محرم الحرام ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۱ر اپریل ۱۹۶۹ء	شمارہ ۴۹

توجہ طلب بات

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل اے۔ ایم۔ یحییٰ خاں نے پاکستان کے صدر مملکت کا عہدہ سنبھال لیا ہے۔ ظاہر ہے آئین منسوخ ہو جانے کے بعد ۲۵ر مارچ کے اقدام کا یہ ایک لازمی اور منطقی تقاضا ہونا چاہئے تھا اب تمام وزراء اور دونوں صوبوں کے گورنر اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہو چکے ہیں۔ اور تمامتر ایڈمنسٹریشن مارشل لاء حکام کے ہاتھ میں ہے۔ تاہم ایک بات ضرور توجہ طلب ہے کہ وہ سول افسران جنہوں نے مارشل لاء سے پہلے دھاندلی مچا رکھی تھی اور ملک کو جی بھر کر لوٹا تھا، اب بھی اپنی مسندوں پر متمکن ہیں اور ہمیں یقین واثق ہے کہ مارشل لاء کے حکام ان کی چھانٹی کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کریں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہتھیلی پر سرسوں نہیں جمائی جا سکتی اور تمام امور یک قلم طے نہیں پا سکتے مگر حکام مارشل لاء کو اس طرف سے ذرہ برابر بھی غفلت نہیں کرنی چاہئے — اگر مارشل لاء ایڈمنسٹریشن نے انتظامیہ کی تطہیر کا مبارک فریضہ اور اہم کارنامہ سرانجام دے دیا تو ملک و قوم پر اس کا احسان عظیم ہوگا۔ اور ملک کا بچہ بچہ صدق دل سے کارپردازانِ مارشل لاء کا شکرگزار ہوگا — ہمیں خوشی ہے کہ مارشل لاء ایڈمنسٹریشن نے ۱۹۵۸ء کی طرح چھوٹی چھوٹی باتوں اور معمولی اور بے حیثیت افراد کے محاسبہ میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا اور اس کا نصب العین اعلیٰ حکام اور اہم ستونوں کو راہِ راست پر لانا ہے اور لازمی بات ہے کہ اس نہایت اہم اور ضروری کام میں کچھ وقت لگے گا مگر عوام کے دل کی پکار یہ ہے کہ اس کام میں کسی قسم کی رُو رعایت ہرگز نہ ہونی چاہئے اور نہ ہی مارشل لاء ایڈمنسٹریشن کو بدنام سول حکام سے مشورے لینے چاہئیں۔ یہ اعلیٰ سول حکام ہر آنے والے صاحب اقتدار کو چکنی چپڑی باتوں سے رام کرنے اور اسے سبز باغ دکھا کر فریب دینے میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں اور عوام کے جذبات و احساسات ہرگز سربراہِ مملکت تک نہیں پہنچنے دیتے اور اگر پہنچاتے ہیں تو انہیں نہایت غلط رنگ دے کر۔ جس کا لازمی اور بدیہی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عوام اور حکومت کے درمیان افتراق کی ایک خلیج حائل ہو جاتی ہے اور دن بدن اس کی وسعت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ عوام کی ضروریات اور مشکلات کا علم سربراہِ مملکت کو نہیں ہوتا اور سربراہِ مملکت کی مجبوری سے عوام بے خبر رہتے ہیں۔ پس مارشل لاء ایڈمنسٹریشن کو عوامی ضروریات و مشکلات اور ان کے مطالبات کا اپنے ذرائع سے پتہ چلانا چاہئے۔ اور انہیں دور کرنے کی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں اور بگلا بھگت قسم کے سول حکام سے گلو خلاصی حاصل کرنی چاہئے — اس اقدام سے عوام میں مارشل لاء کے حکام کی مزید قدر افزائی ہو گی اور عوام کے دلوں میں جو اپنی فرض شناس افواج کا پہلے ہی سے بے حد احترام کرتے ہیں افواج کی محبت اور زیادہ بڑھے گی۔

اس موقع پر ہم مارشل لاء ایڈمنسٹریشن سے یہ درخواست کرنا بھی ضروری خیال کرتے ہیں اور وہ اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ پاکستان کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کی بنیاد پر معرضِ وجود میں آیا تھا۔ چنانچہ اگر اس ملک میں اسلام کا نفاذ عمل میں نہ آیا تو نظریۂ پاکستان کی نفی ہو جائے گی۔ اور بانیٔ پاکستان کے قوم سے کئے گئے تمام مواعید باد ہوا اور جھوٹے ثابت ہو جائیں گے اس لئے لازم ہے کہ کارپردازانِ مارشل لاء اپنی تمام مساعی اسلامی آئین کے نفاذ کے لئے وقف کر دیں اور اس طرح عنداللہ، عندالناس اور عندالمملکت سرخرو ہوں۔

ہماری دعا ہے کہ مارشل لاء انتظامیہ نے اصلاحِ احوال اور تعمیرِ نو کے ٹھوس آغاز اور ملک کی سرحدوں کے دفاع کے ساتھ ساتھ اسے اندرونی تخریب سے بچانے کی جو ذمہ داری قبول کی ہے اللہ تعالیٰ اس سے عہدہ برآ ہونے کی اسے توفیق نصیب فرمائے اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور صدر مملکت ملک و قوم سے کئے گئے وعدوں کو جلد از جلد پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ آمین۔

★

ایڈووکیٹ جنرل نے مسٹر ڈی ایس پی چیمہ کے لئے وکیل صفائی کے فرائض انجام دینے سے انکار کر دیا

ہائیکورٹ نے مقدمے کی سماعت ۲۲ر اپریل تک کے لئے ملتوی کر دی

استغاثہ کے گواہ آئندہ تاریخ پر عدالت میں پیش ہوں گے

لاہور ۳ر اپریل، صوبائی ایڈووکیٹ جنرل نے سابق ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ مسٹر محمد شریف چیمہ

(باقی صفحہ ۹ پر)

مجلس ذکر ۱۵ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ مطابق ۳ اپریل ۱۹۶۹ء

اسلام اتفاق و اتحاد کا داعی ہے

مطاع المکرم حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہم ——— مرتبہ: اشرف جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی: اَمَّا بَعْدُ:۔
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔

شکرِ نعمت نعمت افزوں کند

بزرگانِ محترم! سب سے پہلے ہمیں اس خالقِ ارض و سماء و قادر و توانا کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ جس نے ہمیں اشرف المخلوقات بنایا۔ ہمارے لئے ہوا ہوا، پانی، میوہ جات، غلہ وغیرہ کا انتظام فرمایا۔ جس نے ہمیں ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، صحت و تندرستی، طاقتِ گویائی اور دیگر بے شمار نعمتوں سے نوازا۔ وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔ خدا کی نعمتوں کا شمار کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ اس خالقِ کائنات نے ہمیں شرک و کفر سے بچا کر ایمان اور اسلام کی دولت نصیب فرمائی۔ اور ہمیں اپنی یاد کی توفیق بخشی۔ اُس نے ہمیں اپنے نام لیواؤں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں شامل فرمایا۔ سو ہمارا فرض ہے کہ اس کا شکر کریں۔ اس کی دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری و ناقدری سے بچیں۔ شکر سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ ارشاد ہے لئن شکرتم لازیدنکم۔ اللہ تعالے ہمیں توفیق بخشے کہ ہم اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے ہر حال میں اس کا شکر کرتے رہیں۔ آمین!

موجودہ انتشار کا سبب

اس وقت جو عرض کرنا ہے وہ یہ کہ ملک میں انتشار اور فساد بڑھ گیا ہے۔ آئے دن نئے نئے فتنے سر اٹھا رہے ہیں۔ امن مفقود ہے، پورا ملک بدامنی کا شکار ہے۔ اس انتشار اور بدامنی کا واحد سبب ہے کہ ہم نے دین کو پس پشت ڈال دیا۔ کتاب و سنت کی بے قدری کی۔ ہمارے حکمرانوں نے اسلامی تعلیمات کی اشاعت کے سلسلے میں کوئی کام نہیں کیا بلکہ الٹا عوام کو دین و مذہب سے ناآشنا و بے خبر رکھنے کی سعی کی۔ جس کا نتیجہ آج یہ نکلا کہ لوگ فرقوں میں بٹ گئے۔ انتشار و فساد کی آگ سارے ملک میں پھیل گئی۔ اگر ہمارے بھائی اسلامی تعلیمات سے واقف ہوتے تو آج یہ فرقہ بندی اور فساد نہ ہوتا۔ اتفاق و اتحاد سے رہتے۔ کیونکہ اسلام ہمیں متفق و متحد رہنے کا حکم دیتا ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا۔ اسلام پھوٹ اور فرقہ بندی کا سخت مخالف ہے۔ ہمارے حکمرانوں نے اتفاق و اتحاد اور بدامنی کے استیصال کے لئے بہت سے جتن کئے مگر بے سود۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اسلام کے سوا کسی بھی طرح اتفاق و اتحاد قائم نہیں ہو سکتا۔ یہ دولت ہمیں صرف اور صرف اسلامی نظام اپنانے اور تعلیماتِ اسلامیہ سے روشناس ہو جانے کے بعد مل سکتی ہے۔ اسلام ہی ہمیں ہر طرح کی قیود سے آزاد ہو کر ایک ہونے کا سبق دیتا ہے۔ موجودہ انتشار و بدامنی سے نجات حاصل کرنے کے لئے اسلامی نظام کے نفاذ کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اس وقت ہمیں اتفاق کی شدید ضرورت ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ تمام اختلافات کو ختم کر دیں اور ہم سب کے سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیں۔ ہمارا قرآن ایک، دین ایک، خدا ایک، خدا ہمیں بھی ایک بنائے، متفق و متحد رکھے اور پھوٹ، انتشار اور لڑائی جھگڑوں سے پناہ میں رکھے۔

افسوس.....

افسوس ہے کہ آج کل کچھ لوگ اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے جدو جہد کرنے کی بجائے سوشلزم اور کمیونزم کا پرچار کرتے ہیں یہ ہمارے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ کیا سوشلزم اور کمیونزم اسلام سے بہتر نظامِ حیات پیش کرتے ہیں؟ اگر سوشلزم اور کمیونزم کے حامیوں کو اسلامی تعلیمات سے تھوڑی سی بھی واقفیت ہوتی تو وہ کبھی اسلام کے سوا کسی اور نظام کا نام نہ لیتے۔ خدا انہیں ہدایت دے ——— افسوس نفسِ امارہ نے ہمیں غلط راستہ پر ڈال دیا۔ مسلمان ہونے کے باوصف ہم نظامِ اسلام کا مطالبہ نہیں کرتے، دشمنانِ اسلام تو اسلام میں نقص نکالنے کی کوشش کرتے ہی رہتے ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ اپنوں نے بھی ایسا وطیرہ اختیار کر لیا ہے جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ اسلام (العیاذ باللہ) ناقص دین ہے۔ اے کاش یہ لوگ اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور ہوتے۔

کلکم راع.....

بزرگانِ محترم ہم سب کا یہ فرض ہے کہ دینی تعلیم کی اشاعت میں حصہ لیں۔ اپنی اولاد کو اور اپنے ماتحتوں کو دینی تعلیم دلائیں۔ خود بھی نیک بنیں اور دوسروں کو بھی نیک کاموں پر آمادہ کریں۔ برے کاموں سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی برائی سے بچنے کی تلقین کریں۔ دوسروں کو برائیوں سے روکنا اور نیکی کی تعلیم دینا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا ہے کہ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے۔ باپ اولاد کا ذمہ دار ہے، آقا غلاموں کا، حاکم رعایا کا ——— اگر ہم اس ذمہ داری کا احساس کر لیں تو یقیناً یہ دنیا سدھر جائے گی اور آخرت میں ہمیں

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

۱۶ر محرم الحرام ۱۳۸۹ھ مطابق ۴ر اپریل ۱۹۶۹ء

مسلمانوں کا مقصدِ وحید رضاءِ ایزدی کا حصول ہے
اور
اس مقصود کو حاصل کرنے کا طریقِ کار قرآن مجید اور سنّت نبیٔ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہے

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الّذین اصطفیٰ : امّابعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم :۔
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ (س الانعام)

ترجمہ : کہہ دو بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سالے جہان کا پالنے والا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا۔ اور مَیں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں۔

اس آیت سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسلام کی جڑ توحید کامل ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ بندگی، پوجا، قربانی، منّت، دعا، عاجزی کا اظہار، نماز، روزہ، خیرخیرات، غرض ہر قسم کی عبادت فقط اللہ تعالیٰ ہی کی کرنی چاہیئے۔ ان باتوں میں کسی کو اس کا شریک نہیں کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ زندگی کے سارے کام اسی کے حکم کے مطابق کرنے ہیں، اس کے سوا کسی کی فرمانبرداری نہیں کرنی مگر جس کی فرمانبرداری کا وہ حکم دے اس کے کہنے کے مطابق چلنا، جس کی وہ اجازت دے وہ کرنا اور جس سے وہ روکے اس سے رُک جانا یہی دین اسلام ہے

محترم حضرات! آپ سب حضرات جانتے ہیں کہ مسلمان جمعہ کے دن دربارِ الٰہی میں محض اس لئے جمع ہوتے ہیں کہ خطیب جمعہ کتاب و سنّت کی روشنی میں مسلمانوں پر تنقیدی نگاہ ڈالے اور جو چیز قابلِ اصلاح ہو کتاب و سنّت ہی سے اس کی اصلاح کا طریقہ بتلائے تاکہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق خدا کے بندے زندگی بسر کرکے دنیا سے جائیں۔ اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی برکت سے قبر کے عذاب، پچاس ہزار سالہ قیامت کے دن کے عذاب اور دوزخ کے عذاب سے بچ کر مہمان خانۂ الٰہی یعنی بہشت میں پہنچ جائیں۔ چنانچہ اسی نظریہ کے تحت آج چند چیزیں آپ حضرات سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ اگر آپ نے ان معروضات کو گوشِ ہوش سے سنا اور بطور سبق کے انہیں یاد رکھا اور ان پر عمل کیا تو انشاءاللہ یہ ہمارے لئے مذکورہ بالا نتائج حسنہ اور فلاحِ دارین کا باعث بنیں گی۔

عزیزانِ گرامی! اچھی طرح جان لیجئے کہ زندگی کا مقصدِ وحید اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنا ہے ــــ اگر انسان چاہے کہ میری زندگی کا ہر لمحہ اور ہر عملِ حیات رضاءِ الٰہی کا ذریعہ بن جائے تو یہ مقصد بفضلہ تعالیٰ آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اس صورت میں اس کا ہر کام عبادت میں شمار ہوگا۔ اس کا کھانا پینا، سونا جاگنا، کپڑا پہننا، تجارت کرنا، زراعت کرنا، ملازمت کرنا، حتّیٰ کہ بول و براز تک رضاءِ الٰہی کا ذریعہ بن سکتے ہیں اور عبادت میں شمار ہو سکتے ہیں۔ اور اس کی شرط صرف یہ ہے کہ نیّت کی درستی کرلے اور دل میں تہیّہ کرلے کہ اے اللہ! مَیں یہ کام تیرے لئے کر رہا ہوں۔

مقصود حاصل کرنے کا طریقِ کار

برادرانِ اسلام! جب ہم نے مان لیا کہ ہماری زندگی کا مقصدِ وحید اللہ تعالےٰ کی رضاء حاصل کرنا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ اب اس مقصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک دستورالعمل، مکمل طریق کار اور صحیح پروگرام کی ضرورت ہو گی ــــ ہماری خوش بختی ہے اور اللہ تعالےٰ کا ہم پر احسانِ عظیم ہے کہ اس نے ہمیں مکمل دستورالعمل عطا فرمایا ہوا ہے۔ اور وہ قرآن مجید ہے جو تا ابد ہمارے لئے مشعلِ راہ اور سامانِ ہدایت رہے گا۔ اللہ تعالےٰ نے اس کے ذریعہ دین کو مکمل کر دیا، نعمتیں تمام کر دیں اور دین اسلام کو ہمارے واسطے پسند فرما لیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و

رضیت لکم الاسلام دینا ہ
(س المائدہ ع ۱)

ترجمہ: آج میں تمہارے لئے تمہارا دین پورا کر چکا اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا۔ اور میں نے تمہارے واسطے اسلام ہی کو پسند کیا ہے۔

اس آیت پر شیخ الاسلام مولانا عثمانی رح نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اس عالمگیر اور مکمل دین کے بعد کسی اور دین کا انتظار کرنا سفاہت ہے۔ اسلام جو تفویض و تسلیم کا ہے اس کے سوا مقبولیت اور نجات کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں۔

عملی نمونہ محترم حضرات! اللہ تعالےٰ کی طرف سے عطا کردہ مکمل دستور العمل اور اکمل طریق کار یعنی قرآن مجید پر عمل کرنے کے لئے عملی نمونہ ہمارے سامنے سیدالمرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا پیش کیا گیا ہے۔ فرمان خداوندی ہے:-

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاٰخر و ذکر اللہ کثیرا ہ (س الاحزاب رکوع ۳)

ترجمہ: البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے جو اللہ کی ملاقات اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

اصلی اور سچا دین

عزیزانِ گرامی! اصلی اور سچا دین فقط اسلام ہے اور جس پر عمل کرنے کا عملی نمونہ بھی اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں دکھا دیا ہے۔ لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ اسی دین کو اللہ تعالےٰ کا دین سمجھیں اور اسی پر عمل کریں تاکہ عذاب الٰہی سے بچ کر جنت میں پہنچ جائیں۔

نقلی اور جھوٹے دین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نقلی اور جھوٹے دینوں کی بھی اطلاع دی ہے اور واضح الفاظ میں فرما دیا ہے:-

و ان بنی اسرائیل تفرقت علیٰ ثنتین و سبعین ملۃ و تفرق امتی علیٰ ثلث و سبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ، قال ما انا علیہ واصحابی (رواہ الترمذی)

ترجمہ: اور بے شک بنی اسرائیل بہتّر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور میری امت تہتّر فرقوں میں تقسیم ہو گی۔ سوائے ایک فرقے کے سب دوزخ میں جائیں گے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کون سی جماعت ہو گی (جو بہشت میں جائے گی) آپ نے فرمایا۔ جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ کرام ہیں۔

حاصل آپ کی پیشین گوئی ہے کہ آپ کی امت کے بہتّر فرقے گمراہ ہوں گے اور ایک فرقہ اصلی اور کھرے دین پر ہو گا۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو گمراہ فرقوں میں شامل ہونے سے بچائے اور قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق جو اسلام ہے اس کا پابند بنائے۔ آمین!

مخلصانہ اور ہمدردانہ مشورہ

برادرانِ عزیز! آخر میں آپ کو میں ایک نہایت ہی مخلصانہ اور ہمدردانہ مشورہ دیتا ہوں جس پر عمل کرنے کے بعد آپ انشاء اللہ کبھی دھوکا نہیں کھائیں گے اور ہمیشہ راہِ ہدایت پر گامزن رہیں گے — آپ کے لئے لازم ہے کہ آپ ہمیشہ ایسے علماءِ کرام کی خدمت میں بیٹھنے کی کوشش کریں جو آپ کو اسلام پیش کرتے وقت دو چیزوں کا لحاظ رکھیں۔ اوّل قرآن مجید پیش کریں اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے عمل میں وہ چیز دکھا دیں اور ایسے نام نہاد علماء کے پاس جانے کو اپنے حق میں زہر قاتل خیال کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد کی پیدا شدہ چیزوں کو پیش کر کے مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالےٰ ایسے علماء کو بھی ہدایت فرمائے اور آپ کو ان سے کنارہ کش رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بقیہ: مقدمہ کی سماعت

کے خلاف جمعیت العلمائے اسلام کے صوبائی امیر مولانا عبیداللہ انور کے استغاثہ کے سلسلہ میں ڈی، ایس، پی کی جانب سے صفائی کے وکیل کے فرائض سرانجام دینے سے انکار کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملزم پولیس افسر صفائی کے وکیل کا انتظام خود کرے۔ تاہم وکیل صفائی کے اخراجات حکومت ادا کرے گی۔

عدالت عالیہ کے مسٹر جسٹس شیخ شوکت علی نے وکیل صفائی مسٹر برکت علی سلیمی کی درخواست منظور کر لی اور استغاثہ کی سماعت ۲۲ ر اپریل پر ملتوی کرتے ہوئے اپنے حکم میں لکھا کہ مسٹر سلیمی نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے ایک خط کی نقل پیش کی ہے جو ایس، پی کے نام ۳۰ ر مارچ کو لکھا گیا اور جس میں کہا گیا کہ ملزم پولیس افسر اپنے وکیل صفائی کا خود بندوبست کرے۔ وکیل صفائی کے بیان کے مطابق اس امر کی ایک اطلاع ملزم پولیس افسر کو تاریخ سماعت سے ایک دن قبل رات کے ساڑھے آٹھ بجے ملی اور انہوں نے مسٹر سلیمی کو وکیل مقرر کیا۔ فاضل جج نے مسٹر سلیمی کی یہ درخواست منظور کرتے ہوئے کہ انہیں مقدمہ کی تیاری کے لئے مہلت دی جائے سماعت ۲۲ ر اپریل پر ملتوی کر دی۔ عدالت میں موجود استغاثہ کے چار گواہوں مولانا عبیداللہ انور، ڈاکٹر ظفر الحق، مولانا محمد اکرم اور مولانا محمد ابراہیم کو پابند کیا کہ وہ ۲۲ ر اپریل کو پیش ہوں۔ (روزنامہ امروز لاہور ۸ ر اپریل)

مولوی عبدالحفیظ صاحب متوجہ ہوں

مولوی عبدالحفیظ صاحب جامع مسجد صدیقیہ جان محمد روڈ، کوئٹہ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں اپنے پتہ سے مطلع کریں۔ اور خدام الدین کا حساب فوری آکر بے باق کریں۔

راولپنڈی کی تبلیغی جماعت کے دوستوں کو اگر مولوی صاحب کا علم ہو تو مندرجہ ذیل پتہ پر اطلاع دیں۔

مینجر ہفت روزہ خدام الدین لاہور

معجزاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اُستاذ العلماء حضرۃ مولانا الحاج سیّد حامد میاں مدّظلہٗ مُہتمم و شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور
مُرتّبہ: محمود احمد عارف ہوشیارپوری

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا ثُمَّ أَقْبَلَ النَّاسُ نَحْوَهٗ قَالُوْا لَيْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّأُ بِهٖ وَنَشْرَبُ إِلَّا مَا فِيْ رَكْوَتِكَ فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فِي الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَفُوْرُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهٖ كَأَمْثَالِ الْعُيُوْنِ قَالَ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا قِيْلَ لِجَابِرٍ كَمْ كُنْتُمْ؟ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكَفَانَا، كُنَّا خَمْسَ عَشَرَةَ مِائَةً

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے جو معجزات صادر ہوئے ان کی تعداد بہت بڑی ہے۔ کم از کم تین سو معجزات تو صحیح اور حسن روایات سے ثابت ہیں۔ علماء نے آپ کے معجزات نو سو تک گنے ہیں۔

معجزہ کے معنیٰ ہیں عاجز کرنے والی چیز۔ یعنی ایسا کام کرنا جو عام انسانوں کے بس کا نہ ہو۔ جیسے پتھر میں سے جانور کا پیدا کر دینا، ہاتھ یا پتھر وغیرہ سے پانی کا نکالنا، مردوں کو جلانا، چاند کو دو ٹکڑے کرنا وغیرہ وغیرہ — یہ سب کچھ خدا تعالےٰ کی مرضی اور اس کی قدرت سے ہوتا ہے۔ یہ معجزات پیغمبروں کے ہاتھ پر اس لئے ظاہر کئے جاتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ قدرت کی نصرت ان کے ساتھ ہے، ان کے ارشادات برحق ہیں۔ وہ واقعۃً اللہ تعالےٰ کے فرستادہ ہیں۔

اس (مذکورہ بالا) حدیث شریف میں (جو حضرت جابرؓ سے روایت ہے) سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منجملہ معجزات کے ایک معجزہ کا ذکر ہے —— حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ "حدیبیہ" کے دن لوگوں کو پیاس لگی (پانی کا انتظام نہ تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک برتن پڑا ہوا تھا۔ جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپؐ نے اس سے وضو فرمایا۔ اس کے بعد لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے پاس پانی ختم ہو ہو گیا، ہمارے پاس وضو اور پینے کے لئے کوئی پانی نہیں رہا سوائے اس پانی کے جو آپؐ کے برتن میں ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں (کہ لوگوں کی اس درخواست کو سن کر) آپؐ نے اپنا دستِ مبارک اس برتن میں رکھ دیا۔ اور دستِ مبارک کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی بہنے لگا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ پھر ہم نے وہ پانی پیا اور اس سے وضو کیا۔ حضرت جابرؓ سے دریافت کیا گیا کہ اس وقت آپ کتنے تھے؟ (یعنی اس پانی کو کتنے آدمیوں نے استعمال کیا) آپ نے جواب میں فرمایا اس وقت تو ہم پندرہ سو تھے اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمارے لئے کافی ہوتا۔ علماء کرام فرماتے ہیں۔ کہ یہ پانی جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے نکلا تھا آبِ زمزم سے بھی افضل ہے۔

پانی ہی سے متعلق آقائے نامدار (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک اور معجزہ حضرت براء رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم چودہ سو آدمی "حدیبیہ" کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ یہ حدیبیہ ایک کنوئیں کا نام ہے (جس بستی میں یہ کنواں تھا اسے بھی حدیبیہ کہتے ہیں۔ اس کنوئیں ہی کے نام پر اس بستی کا نام رکھا گیا تھا) فرماتے ہیں اس کنوئیں میں جو پانی تھا وہ ہم نے نکال لیا۔ یہاں تک کہ اس میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ رہا۔ کنواں بالکل خشک ہو گیا (پانی بہت کم تھا۔ اور ضرورت زیادہ تھی۔ اتنی بڑی تعداد کے لئے کافی پانی چاہئے تھا۔ ظاہر ہے کہ پینے، وضو، غسل، کپڑوں کی صفائی وغیرہ کے لئے پانی بہت زیادہ مقدار میں ہونا ضروری تھا۔ اب جبکہ پانی نہ رہا تو صحابہؓ نے آپ کو اطلاع دی) سو آپ کنوئیں کے پاس تشریف لائے۔ اور کنوئیں کے کنارے پر تشریف فرما ہوئے۔ پھر آپؐ نے پانی کا ایک برتن منگوایا، پھر وضو فرمایا، کلی کی اور دعا فرمائی، پھر وہ پانی اور ایک تیر کنوئیں میں ڈالا۔ اور فرمایا دعوھا ساعۃ یعنی تھوڑی دیر رہنے دو۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ ایک ساعت بعد کنوئیں میں اتنا پانی آیا کہ خود بھی سیراب ہوئے اور سیراب ہوئے اور جتنا عرصہ وہاں ٹھہرے رہے پانی میں کوئی کمی نہ آئی

ایسا ہی ایک اور روایت میں (جو عمران بن حصینؓ سے مروی ہے) آتا ہے کہ ایک مرتبہ سفر کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ پانی نہیں ہے اور پیاس لگی ہوئی ہے آپؐ نے وہیں قیام فرمایا اور حضرت علیؓ اور ایک اور صحابیؓ کو پانی کی تلاش کا حکم دیا۔ چنانچہ دونوں پانی ڈھونڈنے کے لئے گئے۔ انہیں ایک عورت ملی۔ جس کے پاس پانی کی بڑی بڑی مشکیں تھیں۔ انہوں نے اس عورت سے دریافت فرمایا کہ پانی یہاں سے کتنی مسافت پر ہے۔ جواب دیا۔ کہ کل میں اس وقت وہاں تھی جہاں پانی ہے۔ گویا چوبیس گھنٹہ کی مسافت بتلائی۔ ان حضرات نے اس سے فرمایا کہ ہمارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو۔ اس عورت نے کہا کہ کیا وہ وہی ہیں جو بڑے ساحر مشہور ہیں۔ فرمانے لگے وہی ہیں جو تیرے دل میں ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ تمہیں ان ہی کے پاس لے جا رہے ہیں جنہیں تو دل میں جان گئی۔ بہت ہی احتیاط ملحوظ رکھی۔ اگر یہ فرما دیتے

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

گذشتہ سے پیوستہ

استقامت

از: حضرت مولانا الحاج سید امین الحق صاحب مدظلہ، شیخوپورہ —— مرتبہ: محمد عثمان غنی

حضرت امروٹی رح کا کشف

ہم نے حضرت رح سے سنا۔ حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ رح نے پوچھا تھا کہ "حضرت جی! یہ قطب کہاں ہوتے ہیں اور کیسے ہوتے ہیں؟" انہوں نے فرمایا کہ "جب آپ مسجد خیف میں بیٹھے تھے، اس کے دروازے میں ایک صاحب یوں کئے ہوئے کھڑے نہیں تھے؟" فرمایا "ہاں، حضرت! میں نے دیکھا تو تھا اس وقت" تو اس وقت کیا ہو رہا تھا منیٰ میں؟" کہ "گولی چل رہی تھی، مصریوں میں اور نجدیوں میں" —— فرمایا "جب گولی چل رہی تھی، پھر رک گئی؟" کہ "ہاں رک گئی" —— کہ "وہ جو آدمی یوں کئے ہوئے تھا نا، وہ قطب تھا، وہ غوث تھا۔ وہ روک رہا تھا، طرفین کو روک رہا تھا" —— پھر فرمایا "تم عرفات میں جب بیٹھے تھے، لوگ تڑپ رہے تھے گرمی سے؟" فرمایا۔ "ہاں، بڑی گرمی پڑ رہی تھی" —— فرمایا۔ پھر ایک سوار دوڑتے ہوئے نہیں گذرا تھا تمہارے سامنے سے؟" —— کہ "گذرا" کہ "اس کے گذرنے کے بعد پھر بارش نہیں ہوئی؟" کہ "ہوئی" "وہی قطب تھا" —— یہ تو حضرت امروٹی رح کا واقعہ ہے اور حضرت رح نے سنایا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال !!

کیا آپ حضرات نے یہ نہیں سنا کہ کہاں پر واقعہ ہو رہا ہے اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ منورہ میں بیٹھے ہوئے اطلاع دے رہے ہیں، موتہ میں لڑائی ہو رہی ہے۔ حضرت جعفر طیار شہید ہوئے، حضرت زید شہید ہوئے۔ حضرت عبداللہ ابن رواحہ شہید ہوئے۔ اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا فرما رہے تھے؟ "زید رض نے جھنڈا اٹھایا۔ شہید ہوئے، حضرت جعفر رض نے جھنڈا اٹھایا، شہید ہوئے، عبداللہ ابن رواحہ رض نے اٹھایا شہید ہوئے، اب خالد ابن ولید رض نے اٹھایا، رب نے اُس کو کامیابی دے دی"۔ بعینہٖ یہی واقعہ ہو رہا ہے۔

کتے زمین میں دھنس گئے

حضرت رح نے ایک دن فرمایا (سندھ تشریف لے گئے تھے، رات کو گاڑی سے اترے، اکیلے تھے، کوئی ساتھی نہ تھا) —— یہ بھی ہم نے دیکھا —— حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقدس معمول یہ تھا کہ جب جاتے تھے تو کسی کا پیچھے چلنا پسند نہیں فرماتے تھے، ساتھ ساتھ رکھتے تھے اور کسی کو ساتھ ملانا جیسا کہ ہم لوگوں کی عادت ہے کوئی اپنے ساتھ لے جاتا ہے کوئی کچھ، یہ نہیں تھے —— حضرت رح کی عادت تھی، یہی تمام زندگی تھی، فرمایا "میں سٹیشن پر اٹھا اور عجیب اتفاق تھا فرمایا "میرے سوا کوئی دوسرا مسافر بھی سٹیشن پر نہیں اُترا اور جانا تھا کسی گاؤں —— چل پڑا —— ایک میل، ڈیڑھ میل جا کر ایک ڈیرے کے کتے دوڑ پڑے —— تین چار، بڑے موٹے موٹے۔ فرمایا۔ مجھے ڈر لگا کہ یہ تو بڑی عجیب سی بات ہو گئی، ساتھی بھی نہیں ہے، ہاتھ میں کچھ ہے بھی نہیں، کیا کیا جائے؟ دوڑتے ہوئے آ رہے تھے۔ خونخوار قسم کے کتے تھے، جب قریب آئے۔ فرمایا "مجھے یقین تھا کہ یہ مجھے کاٹ کھائیں گے، زبان سے نکلا "اللہ" —— خدا کی شان" وہ تینوں کے تینوں زمین میں دھنس گئے، ایک بھی اوپر نہیں رہا، چل نہیں سکا —— فرمایا "میں آگے بڑھ گیا، مسکراتے ہوئے —— کہ اللہ! تیرا احسان ہے۔

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مثال

یہی آپ حضرات نے پڑھا ہوگا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ہجرت فرما رہے ہیں، ابوبکر صدیق رض ساتھ ہیں —— ایک حریص پیچھے پیچھے گھوڑا دوڑاتے ہوئے آ رہا ہے۔ قریش نے کہا تھا جو حضور ص کو پکڑ کر لائے، ہم اس کو انعام دیں گے۔ وہ زمین میں دھنستا ہے، اس کا گھوڑا زمین کے اندر چلا جاتا ہے۔

حضرت لاہوری رح کی استقامت کا واقعہ

اس لئے میں نے آپ سے عرض کیا کہ جس قسم کے معجزات ہم نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھے ہیں اور سنے ہیں اسی قسم کی کرامات ہمارے امت محمدیہ کے علماء اور صلحاء میں ہونی چاہئیں —— یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن میاں! یہ استقامت جو ہے نا، برداشت اور صبر، یہ نہیں ملتا۔ یہ بہت کم ملتا ہے نفس ہم پر غالب آ جاتا ہے، ہر کسی کو نفس ورغلاتا ہے، پیاس کو نہیں برداشت کر سکتا، بھوک کو نہیں برداشت کرتا۔ آپ صاحبان نے پڑھا ہوگا، مجلس ذکر میں بھی یہ واقعات لکھے ہوئے ہیں، اور جن حضرات نے حضرت رح سے مجلس کا شرف حاصل کیا ہے، انہوں نے اس قسم کے بیشمار واقعات کا بچشم خود مشاہدہ کیا ہوگا۔ حضرت رح اپنے بارے میں بہت کم باتیں فرمایا کرتے تھے، پسند ہی نہیں کرتے تھے، کوئی پوچھتا تھا تو جواب میں فرما دیتے تھے۔ فرمایا "ایک دفعہ گھر میں کھانے کے خیال سے گیا لیکن گھر میں کچھ نہیں تھا۔ کچھ دیر بیٹھا رہا۔ پھر واپس آ گیا۔ راستے میں ایک صاحب کھڑے تھے، کہنے لگے۔ حضرت جی! آپ کے انتظار میں کھڑا ہوں، میرے بچے کا نکاح پڑھ دیجئے۔ آپ چلے گئے۔ جب واپس آ گئے، یہاں دروازے میں پہنچ گئے تو ان صاحب نے کچھ پیش کیا۔ حضرت رح فرماتے ہیں کہ جی میں آیا کہ لے لوں۔ ہمارے پاس تو کھانے کے لئے بھی کچھ نہیں تھا —— فرمایا۔ نہیں، بھائی! میں نے نکاح پڑھا کر کبھی پیسے نہیں لئے، میری عادت

نہ تبدیل کرو۔ وہ چلا گیا — وہ چلا گیا — اُس نے اصرار کیا کہ حضرت خدا کے لئے ہے، یہ ہے، وہ ہے (جیسے ہم لوگوں کی عادت ہے، اپنے لئے مانگتے ہیں، پھر بھی نام لیتے ہیں خدا کا، خدا کے رسولؐ کا، نام لیتے ہیں قوم کا، ملک کا، دین کا، اور اسلام کا) اس نے اصرار کیا لیکن حضرتؒ نے انکار کیا۔ فرمایا۔ جب میں مسجد میں پہنچا۔ ایک صاحب بیٹھے تھے، کہنے لگے، حضرت جی! کہاں تشریف لے گئے تھے؟ میں تو بہت دیر سے آپ کے انتظار میں بیٹھا ہوں، یہ میرے پاس کچھ رقم ہے، خدا کے لئے ہے اس کو آپ قبول فرما لیں۔ فرمایا۔ میں نے لیا اور وہ بہت روپیہ تھا۔"

حضورؐ کا ارشادِ گرامی

اسی پر رب فرماتا ہے تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ٥ جو ایمان لائے اور کہے کہ رب ہمارا اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہے، پھر پھسلتا نہیں، اس کو لغزش نہیں ہوتی، ڈرانے والے ڈراتے ہیں، طمع دینے والے طمع دیتے ہیں، لالچ دیتے ہیں، حرص دیتے ہیں، لیکن نہیں، وہ اپنے مقام پر قائم ہے، وہ ہلتا نہیں۔ تو پھر فرشتے اترتے ہیں، ہم نے یہی سمجھا ہے کہ فرشتے کہاں اترتے ہوں گے۔ مرتے وقت بھی اترتے ہیں، مرنے کے بعد بھی اترتے ہیں۔ یہی تو علماء فرماتے ہیں۔ لیکن یہ بھی ساتھ ساتھ بتلاتے ہیں کہ زندگی میں بھی اترتے ہیں، ملتے ہیں۔ مشکوٰۃ میں حدیث ہے۔ صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ "حضور! ہم جب آپؐ کی مجلس میں بیٹھتے ہیں تو ہماری حالت اور ہوتی ہے۔ جب آپؐ کی مجلس سے اُٹھ کر باہر نکلتے ہیں، پھر وہ حالت ہماری نہیں رہتی" تو رسالت مآبؐ نے ارشاد فرمایا۔ "اگر وہ حالت تمہاری رہتی جو میری صحبت میں تم پر طاری ہوتی ہے تو مدینہ منورہ کی گلیوں میں، کوچوں میں فرشتے تم سے مصافحہ کرتے" بھائی! ہمیں تو یقین ہے کہ فرشتے تو اب بھی ملتے ہیں، لیکن نیک اور پاکباز لوگوں سے ملتے ہیں — آپ سے ملتے ہوں تو ملتے ہوں، ہم سے تو نہیں ملتے، ہم تو نااہل ہیں — لیکن جن پر اللہ کا احسان ہو اُن سے فرشتے ملتے ہیں۔ ہم نے بہت سے واقعات حضرتؒ کی زبانی سنے — اور ہمیں یقین تھا کہ یہ واقعات انسانوں کے نہیں ہیں۔

حضرتؒ کی استقامت کا ایک اور واقعہ

انگریز پکڑ کر لائے تھے، انبالے کے ضلعے میں ایک گاؤں تھا، وہ وہاں رکھے گئے نظر بند، فرمایا اس تھانے میں سکھ تھانیدار تھا۔ اس نے شام کو پوچھا کہ "مولوی صاحب! روٹی کھانی ہے؟" فرمایا۔ میں اس کو برداشت ہی نہیں کر سکتا تھا کہ ہاں کہوں سکھ سے" — کہ "نہیں، سردار صاحب! میں نہیں کھاتا"۔ سردی تھی — اس سکھ نے کہا کہ "مولوی صاحب! آپ کے لئے بستر ا منگاؤں؟" فرمایا۔ مجھے خیال آیا کہ یہ تو کافر کا بستر ا ہوگا، مجھے بدبو آئے گی۔" میں نے کہا "نہیں" — اور فرمایا تمام رات مجھے بڑی سردی لگی، چھجہ تھا میرے ساتھ وہ تمام رات ٹھٹھر گیا سردی سے۔ دوسری رات بھی اسی طرح گذر گئی، دوسرا دن بھی اسی طرح گذر گیا۔ دوسرے دن مسلمانوں کو اطلاع ملی، وہ آئے، کسی نے کہا۔ "حضرت جی! روٹی لے آؤں؟" فرمایا "نہیں" — کسی نے کہا "حضرت جی! میں آپ کے لئے بستر ا لے آؤں؟" فرمایا "نہیں"۔ تین دن اسی طرح گذر گئے پہلا دن، دوسرا دن، تیسرا دن — سکھ تھانیدار بھی وقت وقت پر پوچھتا رہا کہ "آپ کو روٹی منگا دوں؟" فرمایا۔ "نہیں"۔ مسلمان پھر آئے۔ کسی نے کہا حضرت جی! چائے لے آؤں؟ روٹی لے آؤں؟ بستر ا لے آؤں؟" فرمایا "نہیں" چوتھے دن ایک صاحب دودھ لے آئے گلاس بھر، کہا کہ "حضرت جی دودھ پی لیں"۔ فرماتے میں نے پی لیا — پھر دوسرے ناراض ہو گئے کہ حضرت جی! ہم کل بھی پوچھ رہے تھے آپ سے، پرسوں بھی پوچھ رہے تھے، تو آپ نے کہا "نہیں"۔ اور اس سے دودھ پی لیا؟" فرمایا۔ "تم مجھ سے پوچھتے تھے۔ کہ "لے آؤں" — "میں نے کبھی نہیں کہا کہ لے آؤ"

قرآن عزیز کیلئے ساٹھ ہزار روپے کی غائبانہ امداد

مجھ سے ایک دن فرمایا کہ "تمام عمر میں میں نے رب سے کبھی پیسے کا سوال نہیں کیا"۔ آپ صاحبان جانتے ہیں کہ خانہ کعبہ کے دروازے کے قریب جو جگہ ہے، وہاں لوگ اکثر کھڑے ہو کر دعائیں مانگتے ہیں۔ فرمایا۔ "وہاں میں کھڑا ہوا۔ میں نے اپنے رب کو کہا کہ "یا اللہ! تو عالم الغیب ہے، میرے دل کو بھی جانتا ہے اور میرے ظاہر کو بھی، مجھے اس قدر رقم کی ضرورت ہے اور تو جانتا ہے کہ کس لئے ضرورت ہے؟ تیرا کلام مجید چھپوانے کے لئے"۔ فرمایا تمام عمر میں ایک دفعہ اور آخری دفعہ یہ دعا کی — خدا غیور تھا۔ فرماتے تھے جب یہاں آیا تو دو صاحب آئے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ کہا۔ کہ "حضرت جی! ہم آپ کی کچھ خدمت کرنا چاہتے ہیں"۔ فرمایا۔ میں نے کہا میری خدمت نہ کرو، میرے پاس پہننے کے لئے کپڑے ہیں، کھانے کے لئے روٹی ہے اور رہنے کے لئے مکان ہے، میری خدمت نہ کرو جن کو ضرورت ہو کھانے کی یا پہننے کی یا رہنے کی۔ انہیں دو۔ وہ چپ کر گئے — پھر کہا کہ "حضرت جی! ہم دین کی خدمت کرنا چاہتے ہیں" — میں نے کہا "ہاں کرو۔ دین کی خدمت تو ہر انسان کو کرنی چاہئے" — تو وہ قرآن عزیز چھپوانا تھا جو آپ حضرات نے دیکھا ہوگا۔ (قرآن عزیز مطبوعہ انجمن خدام الدین لاہور) — کہا کہ "ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اس پر ساٹھ ہزار روپیہ خرچ آتا ہے، یہ چیک لے لیجئے ساٹھ ہزار روپے کا"۔

ایک اللہ والے کی مٹی سونا بن گئی

دیکھئے — بڑی بات ہے۔ ہم تو کوشش یہ کرتے ہیں کہ آپ سے خدمت لیں۔ ہم تو یہی کوشش کرتے ہیں کہ ہم سے کوئی کہے کہ "آپ کی خدمت کرنا چاہتے ہیں"۔ تو ہم کہیں کہ "ہاں! ہمیں ضرورت بھی ہے۔ خواہ ضرورت نہ بھی ہو، نہ کھانے کی ہو، نہ پہننے کی ہو، نہ رہنے کی ہو — یہ ہے استقامت کہ کہے رَبُّنَا اللّٰہُ — اور جن کو رب نے استقامت کی توفیق

دی ــــ ایک بزرگ کا واقعہ ہے، ایک انگریز گیا تھا کہ یہ ہم سے ہمیشہ جہاد کرتے ہیں۔ اتنی دولت ان کے پاس کہاں سے آ گئی؟ تو وہ انگریز گیا تھا کہ اس کا خزانہ دیکھ لوں تو اُٹھے وہ بزرگ رات کو۔ انگریز پڑا تھا مسجد میں مردار، اس کو اٹھایا "اٹھو!" ــــ لے آئے باہر، کہ "چلے جانا کل، تمہیں لوگ کل قتل کر دیں گے تو کس لئے آیا ہے؟ مجھے بڑھائی کے لئے ڈلا دو" ــــ (اب تو وہ وقت ہی بدل گیا، پرانے زمانے میں وہاں ڈلے پڑے تھے، ہم نے دیکھا ہے) اس نے ایک ڈلا دے دیا ــــ بزرگ نے ہاتھ میں لے لیا اور پھر واپس کر دیا ــــ "مجھے ڈلا چاہئے، مٹی چاہئے، یہ سونا ہے"۔ انگریز نے دیکھا تو واقعی سونا تھا ــــ ایک اور ڈلا دے دیا ــــ وہ بھی واپس کر دیا کہ یہ تو مٹی نہیں ہے، یہ تو سونا ہے ــــ تین دفعہ ایسا ہوا ــــ وہ پتلون میں ڈالتا رہا تو اس بزرگ نے جواب دیا "میرے پاس خزانہ نہیں ہے، میرے پاس تو خدا کے خزانے ہیں ــــ میرے پاس یہ خزانے نہیں ہیں ــــ میرے پاس تو اللہ کے خزانے ہیں"۔

حضرتؒ کا فیض جاری ہے

اسی طرح حضرات! بات یہ ہے کہ جو استقامت ہو ــــ جس کو رب توفیق استقامت کی دے دے۔ یہ تو حضورؐ نے فرمایا مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ ــــ جو اللہ کے لئے ہو رہا، اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اور اسی استقامت کی برکت تھی کہ جس قسم کا حال ہم نے حضرتؒ کی حیات میں دیکھا تھا، وہی حال اب بھی ہے۔ اللہ تعالےٰ اسی طرح اس کو قائم رکھے۔ اتباع ہے کتاب کی، اتباع ہے سنت کی ــــ حرص، لالچ، تصنع، نمائش، خدا نہ کرے کہ یہاں آ جائے۔ (جیسے کہ اب تک نہیں آئی)

سچے جھوٹے میں فرق

تو فرشتے اترتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غم نہ کھاؤ، فکر نہ کرو اور خوشخبری دیتے ہیں کہ رب نے تمہارے ساتھ وعدہ کیا ہے بہشت کا ــــ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (پ ۲۴ س حٰم السجدہ آیت ۳۱) (یہ رب کا کلام نہیں ہے، فرشتوں کا کلام ہے)۔ "ہم تمہارے رفیق ہیں، دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد قیامت کے دن بھی" ــــ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ (حٰم السجدہ آیت ۳۱) تمہارے لئے وہاں جو چاہو گے موجود ہے جو مانگو گے رب سے ملے گا۔ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝ (حٰم السجدہ ع ۳۲) وہ رب کی مہمانی لیں گے جو رحیم ہے اور غفور ہے ــــ ہر شخص اپنے مہمان کا احترام رکھتا ہے اور قدر کرتا ہے، ہر شخص اپنی استطاعت سے بڑھ کر اس کی خاطر تواضع کرتا ہے۔ پھر رب کی مہمانی میں؟ غرض یہ ہے یہ مجلس ہے اللہ تعالےٰ اس کو تا دیر قائم رکھے اس میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اپنے حضرتؒ کو بھی دیکھا اور یہ ذکر کی برکت ہے کہ بڑے بڑے لوگوں نے زندگیاں سنوار لیں ــــ یہاں ایک صاحب موجود ہیں، اس وقت حیات ہیں (اللہ تعالےٰ انہیں حیات رکھے) وہ حضرتؒ کے پاس ایک دن آئے اور کہا۔ کہ "حضرت جی! میرے علاقے میں ایک پیر آیا ہے اور بڑا بدعتی ہے"۔ فرمایا "ہاں بھئی!" کہ "اس کی طرف لوگ بہت متوجہ ہیں، مرید ہو رہے ہیں۔ خدا کی مخلوق تباہ ہو رہی ہے"۔ کہ "کیوں توجہ کر رہے ہیں لوگ؟" کہ حضرت جی! اس کے پاس کوئی دعا ہے۔ وہاں اس علاقے میں پانی نہیں نکلتا اور جب وہ کہتا ہے کہ یہاں کھودو، یہاں کنواں نکالو، پانی نکلے گا، پانی نکل آتا ہے تو لوگ کہتے ہیں یہ ولی ہے"۔ فرمایا "اتنی بات؟" کہا "جی ہاں بس اتنی بات" ــــ "اسے مارو" "مولوی صاحب! وہ عالم ہے" "مولوی صاحب!" ــــ "تم یہ پڑھا کرو! اور دیکھا کرو کہ تمہیں پانی دکھائی دیتا ہے یا نہیں۔ اگر اس مقام پر پانی ہو تو تم کھڑے ہو جاؤ، پانی اوپر آ جائے گا۔ تمہیں دکھائی دے گا، لوگوں سے کہو کہ دیکھو ــــ وہ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ میں نے اپنی محنت یا اجرت کہو یا جو بھی کہو، ۲۵ روپے مقرر کر دی، جو آتا تھا کہ ہم کنواں کھودنا چاہتے ہیں، ساتھ چلے جاتے تھے، دیکھتے تھے تو پانی اوپر آ جاتا تھا، پانی نکل آتا تھا، میں لوگوں سے ۲۵ روپے لیتا تھا۔ بڑا روپیہ میرے پاس آ گیا۔

حضرتؒ کی بے نیازی

خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں۔ میں جھوٹ نہیں بولتا، مسجد میں بیٹھا ہوں حضرتؒ کی ردی کے کاغذات میں ہم نے ساڑھے چار ہزار روپیہ پڑا ہوا دیکھا۔ میں تو نہیں جانتا تھا، ایک خان صاحب تھے۔ انہوں نے کہا۔ "یہ تو مال ہے" ــــ "کیا ہے" "یہ تو چیک ہے" ــــ ردی کے کاغذات میں، جو جلاتے تھے۔ تم اگر بچے کے ہاتھ میں ایک روپے کا نوٹ ہی دے دو، جو دو سال کا ہو، تب بھی وہ نیچے نہیں پھینکے گا۔ وہ سمجھے گا نوٹ ہے، اس کی قدر کرو، جیب میں رکھو، یا جا کر کے اپنے ماں باپ کو دے آئے گا ــــ ساڑھے چار ہزار روپے کا چیک ــــ ردی کے کاغذات میں۔

حضرتؒ نے سوا سو روپے ٹھکرا دئے۔

آپ صاحبان نے دیکھا ہو گا۔ غریب غریب، فقیر فقیر لوگ یہاں شیرانوالہ پہنچتے تھے۔ حضرتؒ ان غریبوں اور فقیروں کو بہت زیادہ دیتے تھے ــــ فرمایا ایک دن ایک نواب صاحب کا تار آیا کہ مجھے آنا ہے، میری بیوی بھی آ رہی ہے۔ فرمایا "میں نے جواب دے دیا کہ میرے پاس تیرے ٹھہرنے کے لئے مکان نہیں ہے ــــ لوگو! خدا سے ڈرو، کوئی پیسے کو پوچھتا ہے، کوئی گاڑی کو پوچھتا ہے، کوئی تقریر کو پوچھتا ہے، کوئی تحریر کو پوچھتا ہے۔ لیکن حقیقت دیکھنے والے بہت کم ہیں۔ اگر آج اس آدمی کا نام میں آپ سے لے لوں، تو مجھے برا بھلا کہو گے، اُٹھ کر دوڑ جاؤ گے کہ "جی حضرت جی آئے ہیں، حضرت جی آئے ہیں"۔ "تم چھوڑو، کسی حقیقت جاننے والے کی تلاش کرو۔

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

تہذیب و تمدن

حافظ قاری فیوض الرحمٰن ڈبل ایم، اے خطیب ست گھرہ انارکلی لاہور

اسلامی تہذیب کن دائروں پر حاوی ہے؟

ہر ملت کی تہذیب اس کے مذہب سے پھوٹتی ہے۔ بعد میں جغرافیائی عوامل اس پر کچھ حد تک اثر انداز ہوتے ہیں۔ لیکن اس کی بنیادی اصل بہر حال دین ہی رہتا ہے جو غیر متبدل ہے۔ مثلاً اسلامی تہذیب کا تقاضا ہے کہ لباس ایسا پہنا جائے جو عریانی کی ہر جھلک کو بند کر دے اور عبادات میں حارج نہ ہو۔ اس تقاضا میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی لیکن اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر لباس کی وضع قطع پر کوئی پابندی نہیں۔ کوئی چاہے تو ٹوپی پہنے اور چاہے تو عمامہ باندھ لے، عورتیں چاہیں تو بڑی چادر اوڑھ لیں اور چاہیں تو برقع اوڑھ لیں۔

ہر وہ قوم جس کا تعلق جس طور پر بھی مذہب سے ہو وہ زندگی کے اسلوب، آداب، رسم و رواج میں اپنے مذہب سے ضرور متاثر ہوتی ہے۔ لباس، سوسائٹی کے آداب، گھریلو نظام تعمیرات، نظام تعلیم اور نظام حکومت وغیرہ لامحالہ مذہب سے متاثر ہوتے ہیں۔ اسلام اس حقیقت سے آنکھ بند نہیں کرتا اور اپنے پیروؤں سے پُر زور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ تہذیب و تمدن کو اسلامی ڈھانچہ میں ڈھال کر رکھیں۔

جو مذہب تہذیب و تمدن کی نگرانی سے دست بردار ہو جائے وہ بناوٹی اور زائد المیعاد (OUT OF DATE) مذہب ہوتا ہے، اسلام ایک حقیقی مذہب ہے، وہ زندگی کے سب شعبوں اور دائروں کا نگران ہے، جو شخص اس نگرانی سے آزاد ہونا چاہے وہ اگر زبان سے دین کی اطاعت کا دم بھرتا بھی ہے تو سمجھ لو کہ منافق ہے۔

اسلامی نظام حیات:- تہذیب کا سرچشمہ چونکہ مذہب اور دین ہے اس لیے دین کی طرح اس کا خالص ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر اس میں کسی اور مذہب کی تہذیب کے اجزاء شامل کر دیئے جائیں تو یہ تہذیب خالص نہیں رہے گی۔ جن لوگوں کو اس غیر خالص تہذیب سے لگاؤ ہو جائے گا، دین سے ان کا تعلق کم ہوتا جائے گا۔ اسلامی تہذیب سے غیر اسلامی تہذیب کا پیوند کبھی نہیں لگ سکتا۔ اس سے مذہبی حِس کمزور ہوتی ہے، اسی بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفار کی مشابہت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ

اسلامی تہذیب کی روح:- (۱) ذکر اللہ — تہذیب کے ہر پہلو سے اللہ کی یاد وابستہ رہنی چاہیے۔

(۲) سادگی — اسلام سامان تعیش پر فخر نہیں کرتا بلکہ اسے اپنی سادگی پر فخر ہے۔ جس تہذیب میں بناوٹ، تکلف، تصنع، فضول خرچی اور عیاشی کو دخل ہو اسے ہم اسلامی تہذیب نہیں کہہ سکتے۔ ہمارے کاروانِ تہذیب کے لیے آپ کا یہ فرمان "اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ" بانگِ درا ہے۔

سادگی سے ہمدردی کی روح پیدا ہوتی ہے۔ جو لوگ عیش و عشرت کی سیج سے ہم کنار رہتے ہیں انہیں غریبوں کی زندگی اور دکھ سکھ کا کیوں کر اندازہ ہو سکتا ہے اور ان میں عوام کی ہمدردی کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کا اندیشہ فرمایا کرتے تھے کہ امت مال دار ہو کر دنیا کی زیب و زینت اور رنگینی میں کھو نہ جائے اور نتیجۃً اس دولت کے ہاتھوں تباہ نہ ہو جائے۔ عیش و عشرت کا ایک دفعہ چسکا پڑ جائے تو وہ مشکل سے پیچھا چھوڑتا ہے۔ (مشکوٰۃ - کتاب الرقاق)

تہذیب وہی بہترین ہوتی ہے جو زیادہ اخراجات کی طالب نہ ہو۔ تہذیب جس قدر مہنگی پڑے اتنی ہی معیوب ہے آج کل یورپ سے آنے والی تہذیب اس قدر مہنگی ہے کہ ایشیائی ممالک اس کے مالی مطالبات سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ اس تہذیب کے پیٹ میں جس قدر دولت ڈالتے جائیے کبھی سیر نہیں ہوتی۔ اس نے اقتصادی پریشانی کا ایک عجیب گورکھ دھندا چلا دیا ہے۔ اس کا واحد حل یہ ہے کہ اس کی جگہ اسلامی تہذیب کو مستحکم کیا جائے۔

صفائی:- اَلنَّظَافَۃُ مِنَ الْاِیْمَانِ میں صفائی کو ایمان کا جزو بتایا گیا ہے۔ پانچ وقت کی نماز میں ظاہری و باطنی نظافت کا ایک حسین مجموعہ ہیں۔ مسواک ہر وضو میں سنت کی حیثیت سے داخل ہے تاکہ نمازیوں کے دانت صاف رہیں۔ اور انھیں (Dental Hospital) کے زیادہ چکر نہ کاٹنے پڑیں۔ لہسن، پیاز اور بدبودار چیز کھا کر مسجد میں جانے کی اجازت نہیں۔

اسلام اس بات سے بھی منع کرتا ہے کہ مقدور ہوتے ہوئے بھی آدمی پھٹے حالوں رہے بلکہ زینت کا حکم دیتا ہے۔ زینت سے مراد نا واجب آرائش اور نمائش نہیں۔ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَّ کُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا۔ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۝ (الاعراف ۳۱)

ہمہ گیری:- اسلام صرف ایسی تہذیب کی اجازت دیتا ہے۔ جس میں سب حصہ لے سکیں۔ اور جس سے گروہ بندی کا ظہور نہ ہو۔ اسلامی تہذیب امیر و غریب کے درمیان بیگانگی کی دیوار کھڑی نہیں کرتی۔ اسلام نے جس تہذیب کو پیش کیا ہے، اس میں خلیفہ سے لے کر غلام تک سب ایک سطح پر رہتے تھے حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ بہت شان و شوکت کے مالک تھے، لیکن اس شان و شوکت میں بھی ان کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ سائلوں کو کھانے کے وقت اپنے پاس بلاتے اور دسترخوان میں شریک کر کے ان سے گفتگو کرتے۔ مصر کے مشہور شاعر احمد شوقی "الشوقیات" میں یوں کہتے ہیں:-

فَرَسَمْتَ بَعْدَكَ لِلْعِبَادِ حُكُوْمَةً
لَا سُوْقَةٌ فِيْهَا وَلَا أُمَرَاءُ

ترجمہ! آپ نے اپنے بعد آنے والے بندگانِ الٰہی کے لیے ایسی حکومت کے حدود خال متعین کیے جس میں طبقاتی تقسیم نہیں، جس میں عوام اور امراء میں کوئی فرق نہیں۔

اَللّٰهُ فَوْقَ الْخَلْقِ فِيْهَا وَحْدَهٗ
وَالنَّاسُ تَحْتَ لِوَائِهَا اَكْفَاءُ

ترجمہ! اس نظام حکومت میں تنہا خدا ہی تمام مخلوق پر حکم نافذ کرتا ہے اور اس حکومت کے جھنڈے کے نیچے تمام لوگ ساجھی ہیں۔

وَالدِّيْنُ يُسْرٌ وَالْخِلَافَةُ بَيْعَةٌ
وَالْاَمْرُ شُوْرٰى وَالْحُقُوْقُ قَضَاءُ

ترجمہ! دین آسان ہے کوئی الجھاؤ نہیں ہے اور خلافت ایک معاہدہ ہے، جس میں ہر بات باہم مشورہ سے ہوتی ہے اور جس میں تمام حقوق ادا کیے جاتے ہیں۔

اَلْاِشْتِرَاكِيُّوْنَ اَنْتَ اِمَامُهُمْ
لَوْلَا دَعَاوِي الْقَوْمِ وَالْغُلَوَاءُ

ترجمہ! آپ اشتراکیوں کے امام ہیں اگر وہ لوگ جھوٹے دعوے نہ کرتے اور غلو سے کام نہ لیتے۔ (الشوقیات جلد ۱ - الھمزیۃ النبویۃ)

اسلامی تہذیب کی بقاء وارتقاء

تہذیب چونکہ زندگی کے ظاہر خط و خال کا نام ہے اس لیے زمان و مکان کے عوامل اس پر ضرور ایک حد تک اثر انداز ہوتے ہیں۔ لیکن یہ عوامل ان خط و خال کو پورے طور پر اکھاڑ کر ان کی جگہ نئے نقش و نگار نہیں لا سکتے۔ کیوں کہ تہذیب کا سرچشمہ دین ہے جو کہ غیر متبدل ہے۔ ہر ملت کی تہذیب اس صورت میں زندہ رہ سکتی ہے کہ ایک تو اس کا بنیادی مزاج فنا نہ ہونے پائے اور دوسرے اس مزاج کے موافق ضروری تبدیلی نا ممکن نہ ہو، یعنی بقاء اور ارتقاء پہلو بہ پہلو موجود ہوں اس کا انحصار ملی غیرت اور وطنی اثرات کے عوامل پر ہے۔

ملی غیرت:- تہذیب ملت کا چہرہ ہے۔ اس سے ملت کی پہچان ہوتی ہے یہی ملی آبرو کا آئینہ ہے۔ کوئی غیور شخص اس چہرہ کو بگاڑنے کی اجازت نہیں دے گا۔ جب ملت کی کوئی امتیازی شان نہ ہو اس کا دنیا میں کوئی وقار نہیں ہوتا اور نہ خود اس کے اندر اتحاد رہ سکتا ہے۔ تہذیب ان بنیادی امتیازات میں سے ہے جو قوم کے اندر اشتراک اور یک جہتی کا احساس پیدا کرتے ہیں، یہ احساس خود اعتمادی کا ضامن ہوتا ہے۔

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ ہمیشہ فاتح اور طاقت ور قوم کی تہذیب غالب رہی ہے۔ جن اقوام میں برتری اور وقار حاصل کرنے کی تڑپ ختم ہو جائے ان کو اپنی تہذیب کا بھی احساس نہیں رہتا یعنی قومیت اور تہذیب لازم و ملزوم ہیں۔ جو قوم اپنی خوشی سے اپنی تہذیب کو ہلاک کر دے وہ اپنی ملی روح کو بھی قربان کرنے سے نہیں فرماتی۔

ملت کی شان حال ہی سے نہیں بلکہ اس کے ماضی سے بھی وابستہ ہوتی ہے اگر اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو شاندار اور تابناک ماضی دیا ہو تو حقیقتاً یہ اس قوم کی خوش قسمتی ہوگی۔"

(PATRIOTUSM OF BRITIAN) کا رائٹر ماضی کے بارے میں یوں رقمطراز ہے :-

یعنی ہمارے لیے مناسب یہی ہے کہ ہم اپنے مستقبل کو ماضی کی روشنی سے منور کریں"

"IT BEHAVES US TO SHAPE OUR FUTURE INTO THE LIGHT AND UNDERSTNDING OF OUR PAST"

امت مسلمہ کا ماضی درخشاں روایات سے پُر ہے، ان روایات سے اگر ربط توڑ دیا جائے تو ملی استحکام کے لیے کوئی بنیاد ہی نہ رہے، گذشتہ دور آئندہ عہد کے لیے ترقی کا زینہ ہوتا ہے۔ بقول اقبالؒ ؎

یادِ عہد رفتہ میری خاک کو اکسیر ہے
میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے

ماضی کے بیش قدر ورثہ کو محفوظ رکھنا از بس ضروری ہے، البتہ اس میں جدید تقاضاؤں کے موافق مزید اضافہ کرنا چاہیے۔ یہ شرف اسلام ہی کو حاصل ہے جس نے زندگی کا ایک ایسا نظام دیا ہے جو ماضی سے بھی مضبوط تعلق قائم رکھتا ہے اور ارتقاء کا بھی حامی ہے۔

وطنی اثرات:- ہر وطن کی جغرافیائی خصوصیات ہوتی ہیں۔ زندگی کو ایک حد تک ان خصوصیات کے مطابق ڈھالنا پڑتا ہے۔ دینِ اسلام میں اتنی وسعت اور اتنی لچک ہے کہ وہ کسی ملک کی جغرافیائی ضرورتوں کو نظر انداز نہیں کرتا۔ اس لیے ایک ملت ہونے کے باوجود مختلف ملکوں میں آباد ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی تہذیب میں ادنیٰ سا فرق ضرور رونما ہوگا۔ عرب کے صحرانشینوں افریقہ کے حبشیوں، کراچی کے شہریوں اور لندن کے رہنے والے مسلمانوں کی تہذیب بعینہٖ ایک سی نہیں ہو سکتی۔ تاہم ان سب کی تہذیبیں عین اسلامی رہ سکتی ہیں۔

وطنی تہذیب سے محبت کا یہ مطلب نہیں کہ غیر وطنی تہذیب سے نفرت کی جائے غیر وطنی تہذیب اور غیر اسلامی تہذیب میں فرق ملحوظ رکھنا چاہیے، غیر وطنی تہذیب ضروری نہیں کہ غیر اسلامی ہو (اسلامی نظام حیات)

عرف اور استحسان:- اسلام کسی ملک کے رسم و رواج کو یکسر تباہ نہیں کرنا چاہتا لیکن اس کے صرف اسی حصہ کو قبول کرتا ہے جو اس کے مزاج کے موافق ہو۔ وہ رسم و رواج جو اختلافِ اوطان کی بنا پر چاہے کتنے ہی مختلف کیوں نہ ہوں لیکن بنیادی طور پر اسلام کے منافی نہ ہوں تو مباح ہوتے ہیں، انہیں عرف کا نام دیا جاتا ہے۔

اجتہاد:- الغرض تہذیب و تمدن کے جن جن دائروں کے بارے میں قرآن و سنت کی نصوص موجود ہیں، ان میں کسی ترمیم و تنسیخ یا ادنیٰ رعایت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور جن چیزوں کے بارے میں نصوص نہیں ہیں انہیں آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔ نصوص کی روشنی میں قیاس اور اجتہاد کا دروازہ کھول دیا گیا جس کے تحت ہم زندگی کی ہر شاخ کو اسلامی تعلیمات کے ساتھ ہم آہنگ بنا سکتے ہیں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

بقیہ: انصاف کے دو بڑے گہوارے

اور آزادی میں بحرِ بیکراں ہے زندگی

تاریخ عالم کے واقعات کی عکاسی ہمیں یہ بتلاتی ہے کہ اکثر و بیشتر ایسے ایوانِ عدالت بھی سجائے گئے جن نظیر اس دنیائے فانی میں ملنے سے قاصر ہے۔ چنانچہ عدالتی نظام جو خلافتِ راشدہ میں رائج کیا گیا اور جس میں دوست دشمن اور اولاد تک کو بھی خاطر میں نہ لایا گیا اسے دنیا دیکھ کر پکار اٹھی کہ یہ مذہب اسلام ہی ہے جو رنگ و نسل کے تضاد اور عرب و عجم کی تفریق کو مٹاتا ہوا منزلِ مقصود کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔ چنانچہ ایک مشرقی مفکر کہتا ہے کہ

نگاہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز
یہی رختِ سفر ہے میرِ کارواں کے لیے

لیکن افسوس کہ یہ جملہ کوائف جو حق و باطل میں تمیز روا رکھنے کے لیے من جملہ طور پر اہم ہوتے ہیں۔ انہیں دنیا یکسر نظر انداز کر چکی آئی ہے چنانچہ آج اگر دیکھا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں نظر آتی ہے کہ میدانِ جنگ کے بعد ایوانِ عدالت نا انصافیوں سے بھرپور ہیں۔ مظلوم کو دبانا ان کا شیوہ، حق دار کو اس کا حق نہ دلوانا ان کا عدل اور ذاتی منفعت و مفاد کی خاطر اصولوں سے درخورِ اعتنا کرنا باعثِ شان سمجھا جاتا ہے یہ نہ صرف ایک عدالت میں بلکہ اکثر و بیشتر یہ دیکھنے میں آتا ہے۔ ؎

حیا نہیں ہے زمانہ کی آنکھ میں باقی
خدا کرے کہ جوانی ہے تیری بے داغ

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

انصاف کے دو بڑے گہوارے

میدانِ جنگ اور ایوانِ عدالت

فخر الدین صدیقی عفی عنہ ابن حاجی شاہ دین صدیقی مرحوم و مغفور بیرون کشمیری دروازہ ۱۳ سرکلر روڈ، ـــــــ لاہور

یہ امر مسلّم ہے کہ جنگ کے بعد سب سے زیادہ بے انصافی عدالت کے ایوانوں میں ہوتی چلی آئی ہے حالانکہ عدالت کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ مظلوم کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ حقدار کو اس کا حق دلوایا جائے۔ ایسا کرنے میں اپنے پرائے دوست، دشمن حتیٰ کہ اولاد اور اقربا کی محبت سے بھی اگر دست کش ہونا پڑے تو اس سے بھی دریغ نہیں ہونا چاہیئے۔ عدل اخلاق فاضلہ میں ایک ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔ بلکہ بعض فقہا کے نزدیک یہ سب سے زیادہ افضل صفت ہے۔ جو ایک انسان حاصل کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ کی صفت بھی العادل ہے اور ساتھ ہی ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ "تخلقوبہ اخلاق اللہ" یعنی اپنے اندر اعلیٰ اخلاق پیدا کیا جائے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اسی روشنی کے زمانے میں جب کہ انسان مادی ترقی کے معراج تک پہنچ چکا ہے۔ اس صفتِ عظیم سے عاری ہوتا چلا جا رہا ہے۔ بالخصوص جب معاملہ سیاست کا آن پڑے تو پھر انسان عدل و انصاف سے روگردانی کر لیتا ہے۔

تاریخ عالم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے دوران میں انسانوں کی حق دہی کے لیے یو۔ این او یعنی ادارۂ اقوام متحدہ کی بنیاد اسی بناء پہ رکھی گئی کہ انسانوں کی حق دہی کی جائے۔ ان کے چھنے ہوئے حقوق انہیں دلائے جائیں۔ تاکہ باہمی کشمکش دور ہو اور دنیا امن و امان کا گہوارہ بن جائے مگر نتیجہ اس کے بر عکس برآمد ہو رہا ہے۔ اگر از منہ وسطیٰ Medival Ages میں ہم کہیں کہیں سیاست میں بے انصافی کی کوئی مثال دیکھتے تھے تو اب قدم قدم پہ یہی نقشہ نظر آتا ہے کہ ضعیف کو دبا دیا جائے اس کے حقوق کو پامال کیا جائے کیونکہ ؎

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگِ مناجات

اگر ہنری ہشتم نے ٹامس ولزے کو اپنی سیاست کا نشانہ بنایا یا ایڈورڈ دوم نے ٹامس بیکٹ کو اپنی سیاست کی نظر چڑھایا یا اہلِ کلیسا نے اختلاف عقائد کی بناء پہ ایک دوسرے کو ذبح کیا تو یہ چند گنی چنی مثالیں ہیں مگر آج عدالت کے کٹہروں میں عدل و انصاف کے بلند و بانگ دعویٰ کے باوجود بے انصافی روزِ روشن میں ہو رہی اور اسے عدل کا نام دیا جا رہا ہے۔ جنوبی امریقہ میں کالوں اور گوروں کا قضیہ ایک مدت سے یو۔ این۔ او کے ایوانوں میں بارہا زیر بحث آیا مگر نتیجہ کیا برآمد ہوا اس سے سب واقف ہیں امریکہ آج کالوں کو غلام بنانے کے لیے ویٹ نام میں قسم قسم کے مظالم ڈھا رہا ہے اور امریکہ کی کالی آبادی کو گوروں کا غلبہ قائم کرنے کے لیے ویٹ نام میں گاجر مولی کی طرح کٹوا رہا ہے۔ قبرص میں یونانی ترکوں کے خون میں غسل کر رہے ہیں اور امریکہ اور یو۔ این۔ او کے میمبرلٹس سے مس نہیں ہوتے کشمیر کا مسئلہ اور کشمیریوں کا حق خود ارادی بیس برس سے حفاظتی کونسل کے روبرو ہے مگر یو۔ این۔ او کی بڑی بڑی طاقتیں اپنے مفاد کی خاطر ہندوستان کی پیٹھ ٹھونک رہی ہیں اور کشمیریوں کے قتل عام کو ایک تماشہ سمجھ کر اس میں محو ہیں۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

ہیں یہ سب رقصِ بسمل کا تماشہ دیکھنے والے

اسی طرح نائیجریا کا معاملہ ہے وہاں پہ بھی مغربی اقوام اپنے مفاد کے لیے انصاف کا خون کر کے وہاں خانہ جنگی کروا رہی ہیں۔ انڈونیشیا کوریا، کانگو اور رہوڈیشیا کا معاملہ آج پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اس عہد میں سب کچھ ہے لیکن انصاف نہیں ہے البتہ جب بڑی طاقتوں میں سے کسی کا مفاد خطرے میں پڑتا ہے تو یو این او کے جسم میں خون حیات دوڑنے لگتا ہے اور جیسے ہی ان کا مفاد محفوظ ہوتا نظر آتا ہے اسے محفوظ کرنے کی کوشش کرتے ہیں

عدالتوں کا کام یہ ہونا چاہیئے کہ انصاف اور عدل کو بروئے کار لایا جائے کیونکہ انصاف اندھا ہوتا ہے۔ وہ چھوٹے بڑے امیر غریب شاہ وگدا میں کسی قسم کی تمیز روا نہیں رکھتا۔ آلِ عثمان کا مشہور تاجدار ایک معمار کے ہاتھ اس لیے کٹوا ڈالتا ہے۔ کیونکہ اس کی بنائی ہوئی مسجد اسے پسند نہ آئی۔ معمار قاضی کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی روداد سناتا ہے۔ قاضی پادشاہ کو طلب کرتا ہے۔ دنیا یہ منظر دیکھ حیران و ششدر رہ جاتی ہے کہ قاضی کی عدالت میں ایک طرف ایک شہنشاہ ملزم کی حیثیت سے کھڑا ہے۔ دوسری جانب ایک طالبِ انصاف جو بے نوا اور بے یار و مددگار ہے کھڑا انصاف کا تقاضا کر رہا ہے پادشاہ اپنے جرم کا اعتراف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اپنے قصور کا اعتراف کرتا ہوا معافی مانگتا ہوں اس پر قاضی تیز ہو کر کہتا ہے کہ ؎

عبد مسلم کمتر از احرار نیست
خون شاہ رنگین طر ز معمار نیست

اور ساتھ ہی وہ یہ بھی اعلان کرتا ہے کہ قصاص میں زندگی ہے اس مظلوم کو قصاص لینے کا حق دلوایا جائے گا۔ پادشاہ یہ سن کر اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھاتا ہے کہ انہیں کاٹ ڈالئے قصاص کا یہی تقاضا ہے مدعی یعنی معمار کہتا ہے میں اسے خدا کے لیے بخشتا ہوں یہ ایوان عدالت میں ہوا چنانچہ تمام دنیا نے دیکھا اور کہا کہ ؎

یافت مہر بر سلیمان ظفر
سطوت آئین قرآن دانگر
پیش قرآن بندہ و مولا یکے است
بوریا و مسند و زیبا یکے است

صد افسوس! کہ یہ انصاف اب کتابوں میں رہ گیا ہے۔ شہید گنج کا معاملہ برطانوی عدالت میں پیش ہوا اور یہ سہارا لیتے ہوئے کہ مقدمہ زائد المیعاد ہے۔ مسلمانوں کا دعویٰ خارج کر دیا گیا۔ اسی قسم کی بیسیوں مثالیں چند سالوں کی مدت میں تاریخ کی ورق گردانی سے حاصل ہو سکتی ہیں کہیں انصاف میں سیاست آڑے ہوتی ہے کہیں دولت اور کہیں عہدہ کہیں رنگ و نسل آڑے آتا ہے اور کہیں ذاتی مفاد و منفعت چنانچہ اس میں تامل نہ ہو گا کہ میدانِ جنگ کے ساتھ ساتھ ایوانِ عدالت میں سب سے بڑھ کر بے انصافیاں عمل میں آتی ہیں حکیم الامت علامہ مرحوم فرماتے ہیں۔ ؎

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
سرِ آدم ہے ضمیر کن فکاں ہے زندگی!
زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دل سے پوچھ
جوئے شیر و تیشہ و سنگ گراں ہے زندگی!
بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جوئے کم آب

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

بقیہ: معجزاتِ رسولؐ

کہ ہاں وہی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا — کہ ہاں وہی ہیں جو ساحر ہیں۔ چنانچہ وہ عورت ان کے ساتھ روانہ ہو گئی۔ اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں آکر پانی پیش کیا۔ آپؐ نے اعلان فرمایا کہ برتن لاؤ۔ پھر دونوں مشکوں کا منہ کھول دیا اور فرمایا خود بھی پی لو، جانوروں کو بھی پلاؤ، اور اپنے برتن بھی بھر لو — کہتے ہیں اس موقعہ پر چالیس صحابہ کرام آپ کے ساتھ تھے۔ صحابہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے پانی پیا۔ اپنے مشکیزے اور دوسرے برتن پانی سے بھرے، مگر اللہ کی قسم اس عورت کے مشکیزوں میں جتنا پانی پہلے تھا اب بجائے کم ہونے کے اس سے بھی زیادہ معلوم ہو رہا تھا۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عورت سے فرمایا۔ کہ دیکھو! ہم نے تمہارا پانی کم نہیں کیا۔ اور پھر صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ اس عورت کے ذریعہ حق تعالےٰ نے پانی دلوایا۔ اس لیے اس کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ صحابہؓ نے اس کے لئے بہت کچھ جمع فرما کر گٹھڑی میں باندھا اور وہ گٹھڑی اس عورت کے اونٹ پہ باندھ دی۔ اس کے بعد وہ عورت وہاں سے رخصت ہوئی۔ جب گھر پہنچی تو گھر والوں نے تاخیر سے آنے کا سبب دریافت کیا۔ عورت نے یہ واقعہ سنایا۔ اور کہا۔ یا تو وہ (نبی اکرمؐ) بہت بڑے جادوگر ہیں اور یا پھر اللہ کے سچے رسول ہیں۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ اس عورت کے اس احسان کو صحابہ کرام نے ہمیشہ یاد رکھا۔ جنگوں اور لڑائیوں میں صحابہ کرامؓ اس عورت کے قبیلے پر کبھی حملہ نہیں کرتے تھے۔ آس پاس جنگیں ہوتی رہتیں مگر اس کا قبیلہ محفوظ رہتا۔ اس بوڑھی عورت نے ایک روز اپنے بیٹوں اور قبیلہ والوں سے کہا کہ دیکھو یہ لوگ اِدھر اُدھر حملے کرتے ہیں مگر ہم پر کبھی حملہ نہیں کیا۔ وجہ یہ ہے کہ اس پانی کا احسان مانتے ہیں۔ — اس لئے میرا خیال ہے کہ اس مذہب کو ضرور قبول کرنا چاہئے جس کے پیروکار اس قدر احسان شناس ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اس بڑھیا اور اس کی اولاد اور قبیلہ والوں کو اسلام لانے کی توفیق بخشی۔

بقیہ: استقامت

کچھ دنوں کے بعد اس نواب نے آدمی بھیجا کہ اچھا آپ ہی تشریف لے آئیں۔ تشریف لے گئے۔ لوگ تو فخر کرتے ہیں کہ نواب صاحب نے بلایا ہے۔ اُٹھ کے جھٹ چلیں گے۔ کھانا بھی ہوگا، عمدہ کمرہ ہوگا۔ عمدہ فرش ہوگا، خادم، نوکر چاکر، ایک غریب فقیر، مجھ جیسا مولوی ہے وہاں ٹھہرے، — "ان کا گھر کہاں ہے؟" سیدھے مسجد میں چلے گئے۔ نواب کے نوکر موجود، موٹریں موجود۔ فرمایا:- "نہیں نہیں، مَیں تو وہاں ٹھہروں گا اُس فقیر کے پاس ٹھہرے، اُس کے گھر ٹھہرے، مسجد میں ٹھہرے۔ نواب ملنے کے لئے آیا۔ اس کی اہلیہ ملی اُس نے کچھ دے کر کہا "حضرت جی! یہ آپ کا نذرانہ ہے"۔ فرمایا:- "مجھے شرم آتی تھی مَیں نے گِنا بھی نہیں کہ کتنے تھے۔ رات کو جب مَیں سونے لگا — اور کوئی نہیں تھا — تو مَیں نے گِنا — تو وہ سولہ سو روپے تھے۔ صبح پھر وہ ملنے کے لئے آئے۔ مَیں نے روپیہ واپس کر دیا اور کہا مَیں تو صرف خدا کا نام بتانے کے لئے آیا ہوں۔ یہ لے جاؤ — ایمان سے کہو جانتے ہو کسی کو جو کسی کا دیا ہوا روپیہ واپس کرے ؟ — نام تو کسی عالم کا، کسی پیر فقیر کا — بتا نہیں سکتے۔ اگر بتاؤ گے جھوٹے پڑ جاؤ گے۔ کہ "حضرت نے لیں" فرمایا۔ "نہیں نہیں، میرا اتنا کرایہ لگا ہے وہ مَیں نے لے لیا ہے باقی لے لو"۔ استقامت یہی چیز ہے کہ خدا پر اعتماد اعتقاد اور بھروسہ رکھو۔

انجمن خدام الدّین کا مقصد

انجمن خدام الدین کی مثال آپ حضرات کے سامنے ہے جو محض دین کی خدمت کے لئے ہے — لوگوں نے دُکانیں کھولی ہیں، انجمن نام رکھا ہے، یتیم خانہ نام رکھا ہے، یہ معاش کے ذرائع ہیں، اڈے ہیں۔ آپ کی انجمن کے بارے کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایک پائی بھی حضرتؒ نے یا حضرتؒ کی اولاد نے لی ہو؟ ایمان سے کہو؟ فرمایا کرتے تھے "مجھ پر بھی حرام ہے، میری اولاد پر بھی حرام ہے"۔

دعا

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔

اسلامی کیلنڈر ۱۳۸۹ھ

— مرتبہ —

محمد رمضان میمن۔ التقویم صدر کراچی ۳

					جمادی الثانی - ذوالقعدہ	صفر المظفر - رجب المرجب	ربیع الاول - ذوالحجہ	شعبان المعظم	ربیع الثانی - رمضان المبارک	جمادی الاول	محرم الحرام - شوال المکرم
۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات
۲	۹	۱۶	۲۳	۳۰	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
۳	۱۰	۱۷	۲۴	۰	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ
۴	۱۱	۱۸	۲۵	۰	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار
۵	۱۲	۱۹	۲۶	۰	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر
۶	۱۳	۲۰	۲۷	۰	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل
۷	۱۴	۲۱	۲۸	۰	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ

دن معلوم کرنے کا طریقہ:- جس تاریخ کا دن معلوم کرنا ہو اس کے بالمقابل مطلوبہ ماہ کے نیچے ہی دن تلاش کریں۔ مثلاً ۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ کس دن ہوگا؟ تو ۱۲ کے ہندسہ کے مقابل اور ربیع الاول کے نیچے پانچویں خانے میں جمعرات ہے۔ معلوم ہوا کہ ۱۲ ربیع الاول کو جمعرات کا دن ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا [illegible]

درسِ قرآن

منعقدہ ۲۶ر نومبر ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

سورۂ ہود

مورخہ ۲۶ر نومبر ۱۹۶۷ء بروز اتوار مطابق ۲۳ شعبان المعظم درسِ قرآن مجید کی تیسری سالانہ تقریب منائی گئی۔ اس موقع پر جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب دامت برکاتہم لاہور سے تشریف لائے اور درسِ حدیث کا افتتاح فرمایا۔ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب مدظلہٗ جہلم اور حضرت مولانا حافظ غلام رسول صاحب ڈیرہ اسمٰعیل خان (خلفائے حضرت شیخ التفسیرؒ) نے بھی اس اجتماع میں شرکت فرمائی۔ بیرونی اور مقامی حاضرین نے بھی مجلس کو رونق بخشی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
الٓرٰ قف کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ ۙ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ ؕ اِنَّنِیْ لَکُمْ مِّنْہُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ ۙ وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْہِ یُمَتِّعْکُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّ یُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَہٗ ؕ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ کَبِیْرٍ ۔ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ ۚ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ (ہود)
صدق اللہ العظیم۔

محترم المقام حضرت دامت برکاتہم علمائے عظام اور برادرانِ گرامی اور میری بہنو! حسبِ معمول، پروگرام کے مطابق ماہوار درسِ قرآن مجید کا یہ حصہ شروع ہے۔ پچھلے درس میں سورتِ ہود کی ابتدائی آیات تلاوت کی گئی تھیں اور ان میں سے وقت کی تنگی کی وجہ سے صرف پہلی آیتِ شریفہ کی تھوڑی سی تفسیر جو اللہ عزاسمہٗ نے اس سیہ کار کو سکھائی تھی وہ آپ کے سامنے پیش کی گئی۔ آج انہی آیات کو پھر تلاوت کیا گیا ہے اور انہی کی تھوڑی سی تشریح اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ پیش کی جائے گی۔ اللہ مجھے آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

جیسا کہ پہلے درس میں عرض کیا جا چکا ہے اس سورتِ ہود کی ایک خاصیت ہے جس کے متعلق رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ شَیَّبَتْنِیْ تِلَاوَۃُ ھُوْدٍ، مجھے سورتِ ہود کی تلاوت نے بوڑھا کر دیا۔ جہاں تک میرا ناقص مطالعہ ہے، اور کسی سورت کے متعلق امام الانبیاء، فخرِ رسل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں نہیں فرمایا۔ صرف سورتِ ہود کے متعلق آپؐ نے فرمایا صدیق اکبرؓ کے جواب میں کہ اے صدیق! تلاوتِ ہود نے مجھے قبل از وقت بوڑھا کر دیا ہے۔ جس سورت کو سن کر، جس سورت کو پڑھ کر، جس کے نزول سے رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اتنے متاثر ہوئے ہوں کہ آپؐ پر قبل از وقت بڑھاپے کے آثار طاری ہو گئے۔ میرے بھائیو! امت کے لئے اُس سورت کا سمجھنا اور اس میں غور و فکر کرنا نہایت ہی ضروری ہے —— قرآن مجید سارا واجب العمل ہے لیکن جس سورت کے متعلق صاحبِ وحی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما دیں کہ مجھے اس سورت نے بوڑھا کر دیا تو بتائیے پھر امت کے لئے کس قدر غور و فکر کی دعوت ہے کہ امت اس سورت کے متعلق کس قدر غور و فکر سے کام لے، اس کے احکام کو سمجھے، اس کی حکمت کو سمجھے، رب العالمین کے ارشادات پر غور و فکر کرے۔

تو سورتِ ہود میں اللہ تعالیٰ نے پہلی قوموں کی تباہیوں اور بربادیوں کے متعلق اجمالی اشارہ فرمایا یہ تباہی اور بربادی اقوامِ عالم پر کیوں آئی؟ اور کیوں آتی ہے؟ اور کیوں آتی رہے گی؟ اس کے متعلق شروع ہی کی آیات میں اشارہ کر دیا کہ جس وقت انسان اپنے رب سے باغی ہو کر، اپنی طرف سے کوئی نظام اختراع کر لیتا ہے، اور اس نظام کو اللہ کے نظام کے مقابلے میں لے آتا ہے تو پھر رب العالمین اور اس کی مخلوق کے درمیان جس کو اللہ تعالیٰ نے کل اپنا خلیفہ بنایا تھا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات پر اپنی طرف سے وہ مقامِ عظیم عطا فرمایا جس کے متعلق قرآن ہی میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰھُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا ۔ (بنی اسرائیل ۷۰) تو جس انسان کو اللہ نے اپنی خلافت سے نوازا، وہی انسان جب خصیم مبین بن کر اللہ کے مقابلے میں آ جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ سب سے بڑے رحمان بھی ہیں، سب سے بڑے رحیم بھی ہیں اور سب سے بڑے غیور بھی ہیں، جب اللہ تعالیٰ کی غیرت جوش میں آتی ہے تو پھر قومیں دنیا سے ملیامیٹ کر دی جاتی ہیں۔ پھر وہی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ فَھَلْ تَرٰی لَھُمْ مِّنْۢ بَاقِیَۃٍ ۔ (الحاقہ ۸) پہلی امتوں کے نشان دنیا سے مٹ گئے، ان کی نسلیں ختم کر دی گئیں، ان کے انساب منقطع کر دیئے گئے۔

تو اس سورتِ مقدسہ میں رب العالمین نے وہ نظام ارشاد فرمایا۔ جس نظام پر چل کر بندہ رب العالمین سے قریب ہوتا ہے، رب العالمین کا باغی نہیں بنتا، جب وہ رب العالمین کے قریب ہوگا تو اس کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔ وہ نظام کیا ہے میرے بزرگو؟ اسی سورت کی دوسری آیت میں ارشاد فرمایا۔ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ ؕ اِنَّنِیْ لَکُمْ مِّنْہُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ ۙ ارشاد فرمایا کہ اے میرے بندو! اے میری

ایک ضروری اعلان

نومبر اور دسمبر ۱۹۶۷ء کا درس شائع ہونے سے رہ گیا تھا۔ لہٰذا اب نومبر دسمبر کا درس شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد فروری ۱۹۶۸ء کا درس شائع کیا جائے گا۔ (ادارہ)

مخلوق کے ایک عظیم رکن انسان! تیرے لئے میرا ایک حکم ہے اور یہ حکم سب انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی اقوام اور امتوں تک پہنچایا۔ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اللّٰہَ۔ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ سمجھو، اللہ کے سوا کسی کے بندے نہ بنو، تمہاری جو بھی کیفیت ہو، کسی بھی حال میں تم ہو، تم اپنے آپ کو مقام عبدیت سے خارج مت سمجھو اور اپنے لئے صرف ایک معبود مانو اور وہ معبود کیا ہے؟ رب العالمین عزاسمہٗ۔

عبادت کا مفہوم کیا ہے؟ میرے بزرگو اور بھائیو! بعض اقوام نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی تعلیم سے ہٹ کر جو کچھ نظام اختراع کیا ہے اس میں عبادت میں بھی کچھ تھوڑی سی ترمیمیں کر دی گئیں بلکہ تحریف کر دی گئی۔ عبادت عربی زبان کا لفظ ہے۔ عبد کہتے ہیں بندے کو، عبد کہتے ہیں غلام کو، عبد کہتے ہیں گولے کو، غلام کا کام کیا ہے؟ جو حکم مولا کی جانب سے صادر ہو اس کو بسرو چشم تسلیم کرے۔ اس میں کسی قسم کی تنقید، تنقیح یا اپنی رائے کو دخل نہ دے۔ عبد کہتے اسی کو ہیں، عبد اپنے کسی مال کا مالک نہیں ہوتا۔ عبد اپنی جان کا مالک نہیں ہوتا۔ غلام جو ہوتا ہے (گولا) وہ اپنی جان کا خود مالک نہیں، گولا اپنے مال کا مالک نہیں۔ غلام کا مالک اس کا مولا ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی کی طرف اشارہ فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَ اَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ (التوبہ ع۱۱) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو! تم تو میرے بندے ہو، ویسے بھی تم میرے بندے ہو، پھر تمہارے ساتھ میں نے ایک سودا کیا ہے، تمہاری جانوں کو اور تمہارے مالوں کو میں نے خرید لیا ہے۔ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ۔ اس کے بدلے میں تمہیں جنت دی جائے گی، ہمارے مال کے خالق، ہماری جان کے خالق، ہماری اولاد کے خالق، ہماری ہر چیز کے خالق رب العالمین ہیں، اس لئے اس اعتبار سے بھی ہم اللہ کے بندے ہیں۔ اللہ ہمارا معبود ہے، اللہ ہمارا مالک ہے، اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ساتھ ہماری ساری اس محنت کے بدلے میں جو اللہ کو خوش کرنے کے لئے کی جاتی ہے، اس کے بدلے میں رب العالمین نے ہمارے ساتھ جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ فرمایا کہ میں نے تمہاری جانوں کو اور تمہارے مالوں کو خرید لیا ہے جنت کے بدلے میں۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: مجالس ذکر

اس کا نیک بدلہ ملے گا۔

با ایمان اور بے ایمان برابر نہیں ہو سکتے

یہ دنیا اور یہاں کی ہر شے فنا ہونے والی ہے کل من علیہا فان۔ اس میں جس قدر بھی ہو سکے، نیک کام کئے جائیں۔ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ۔ یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اس میں نیک کام کروگے تو آخرت میں شادمانی نصیب ہوگی اور اگر خدانخواستہ اس دنیا کی چند روزہ زندگی لہو و لعب اور خدا کی نافرمانی میں ضائع کی تو مآل نہایت خطرناک ہوگا۔ شیطان چوبیس گھنٹے اس کام میں لگا رہتا ہے کہ ہمیں نیکیوں سے روکے اور خدا کی ناراضی کے کام کرائے یہ ہمارا بدترین دشمن ہے انہ لکم عدو مبین ـــــ اس کے پھندوں سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ ہر وقت انسان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے درپے رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ایمان کی سلامتی کی دعا کرنی چاہئے۔ ایمان بہت بڑی چیز ہے اس کا مقابلہ کوئی چیز نہیں کر سکتی۔ یہ خدا کی عطا کردہ بہت بڑی نعمت ہے۔ چین و امریکہ کی حکومت بھی مل جائے تو کچھ بھی نہیں۔ جب تک ایمان نصیب نہیں۔ بڑے سے بڑا بادشاہ جسے ایمان کی دولت نصیب نہیں۔ غریب سے غریب ایماندار کا ہمسر نہیں ہو سکتا۔ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰہِ۔ بادشاہ کو اپنی سلطنت اور دولت جہنم کے عذاب سے ہرگز نہیں بچا سکتی۔ جہنم کے عذاب سے وہی بچ سکتے ہیں جن کے دلوں میں ایمان موجود ہے۔

تو وہ بادشاہ جس کا آخری ٹھکانا جہنم ہے اس غریب مومن کی برابری کیسے کر سکتا ہے، جس کا آخری و دائمی مقام جنت ہے۔ لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ۔

خدا تعالیٰ ہمیں ایمان پر قائم رہنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ ہمیں اور ہمارے متعلقین اور تمام دنیا کے مسلمانوں سے نیک کام کرائے۔ عالم اسلام میں اسلام کا بول بالا ہو۔

ایک ضروری گذارش

آخر میں یہ گذارش کرنی ضروری سمجھتا ہوں کہ آج کل لوگ "خدام الدین" اور دیگر رسائل و اخبارات کے اوراق جن پر قرآن کی آیات، احادیث وغیرہ لکھی ہوتی ہیں یا تو زمین پر پھینک دیتے ہیں یا ردی میں فروخت کرتے ہیں۔ جو کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ کئی مرتبہ کہہ چکے ہیں کہ ان اوراق کی حفاظت کرو، احترام کرو، ان کی توہین سے بچو، مگر کچھ اثر نہیں ہوتا۔

ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تو سادہ کاغذ کی بھی قدر کرتے تھے۔ وہ فرماتے اگرچہ اس (کاغذ) پر اس وقت کچھ تحریر نہیں مگر ہو سکتا ہے کہ بعد میں اس پر کوئی شرعی بات یا اللہ و رسول کا نام لکھا جائے۔ مگر یہاں یہ حال ہے کہ بہت سے لوگ قرآن و حدیث کے اوراق کا بھی احترام نہیں کرتے اور بے قدری کرکے خود کو عذاب کا مستوجب ٹھہراتے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ خدارا ایسا نہ کیجئے۔ ان اوراق کا احترام کریں گلیوں اور گندی نالیوں میں نہ پھینکیں۔ ان اوراق کو یا تو دریا میں ڈال دیا کریں یا زمین میں دفن کر دیا کریں۔ و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

احباب توجہ فرمائیں

میں نے مستقل لاہور میں قیام کر لیا ہے۔ جمیع احباب اس پتہ پر رابطہ قائم فرمائیں۔

قاری محمد شریف قصوری، مدرسہ اشاعت القرآن گلی نمبر ۱۳، قلعہ لچھمن سنگھ لاہور

اسلام اور موجودہ نظریاتی کشمکش

محمد سلیمان استاذ جامعہ مدنیہ کیمبلپور

(۲)

فطرتی طور پر ہر بچہ کی ابتدائی خوراک دودھ ہے۔ بچہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوتا کہ ماں کے پستانوں میں اللہ دودھ پیدا فرما دیتے ہیں۔ نہ معلوم اس انسانی بدن کے اندر خالق کائنات اور رب العالمین نے کیسی فیکٹری نصب فرما دی ہے کہ جس سے دو سال یا کم و بیش عرصہ میں بچہ کو منوں دودھ مفت مہیا ہوتا رہتا ہے۔ اس کی پرورش کے یہ سامان اس کی آمد سے پہلے ہی تیار ہوتے ہیں۔ پھر جوں جوں بچہ پروان چڑھتا ہے اسے خداداد صلاحیتوں کو کام میں لانے اور خود کفیل ہونے کی تربیت اور ٹریننگ دی جاتی ہے۔ ایک آدھ دن کا نرم و نازک اندام والا سپوت جسے ماں نے خود کو موت کے دروازے پر پہنچا کر جنا ہے لمحہ بھر کے لئے اپنے بدن سے الگ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی۔ حسب استطاعت اس کی سنبھال کے بیسیوں سامان کرتی ہے۔ لیکن جوں جوں بچہ بڑھتا، پھلتا اور پھولتا ہے تو ماں کے رحمت والے ہاتھ اس سے اٹھتے جاتے ہیں۔ اسے گود سے الگ کرتی ہے اور زبردستی دودھ چھڑاتی نظر آتی ہے۔ بچہ جب تک چلنے کے قابل نہیں ہوتا تو بہن بھائی پکڑ کر چلاتے ہیں۔ کھانے کا سلیقہ نہیں جانتا تو بڑے پیار و محبت سے اس معصوم کو خود کھلاتے ہیں۔

سبحان اللہ! رب کریم نے اپنے بندوں کے مابین ماں باپ اور بہن بھائی کے تعلقات قائم کرکے کیسا رشتہ قائم کر دیا۔ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ۔ لیکن جب بچے کو چلنا آ جاتا ہے وہ خود کھانے پینے کے قابل ہو جاتا ہے تو سب ہاتھ اٹھاتے نظر آتے ہیں۔ اور اب دھیرے دھیرے اپنی ضروریات کا تکفل بچے کے اپنے کندھوں پر آ جاتا ہے اور جوں جوں بچے کا شعور بیدار ہوتا جاتا ہے وہ اپنی ذمہ داریاں، دوسروں کے حقوق پہچانتا ہے۔ اب صرف اسے رہنمائی کی ضرورت ہے سہارا کی نہیں، اس کے بعد علم و ہنر کے میدان میں اللہ کی عطا کردہ صلاحیتوں اور ذاتی محنت، اور اسی قسم کی دوسری چیزوں کے بل بوتے پر وہ زندگی کی دوڑ میں ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ صلاحیتیں ہر ایک کی الگ الگ ہوتی ہیں۔ اللہ کی تقسیم ہے۔ کسی سے اللہ نے کیا کام لینا ہے کسی سے کیا۔ وہ خالق بھی ہے اور رب بھی۔ مخلوق کی نفع نقصان کی چیزوں خود مخلوق سے بھی وہ بہتر واقف ہے۔ اسی لئے رب کائنات نے انسان کو کبھی بے سہارا یا بغیر راہنمائی کے نہیں چھوڑا۔ چنانچہ سب سے پہلا انسان پہلا نبی بھی ہے علیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔ عالم کے نظام پر نظر کرنے سے پہلے انسان اگر اپنے بدن پر ہی غور کرلے تو سمجھ سکتا ہے کہ انسانی بدن خود ایک مستقل جہان ہے جو کہ کسی خاص تنظیم و تنسیق کے تحت چل رہا ہے اور یہ فطرتی نظام ہے، اس کا بدلنا ناممکن ہے۔ آنکھ کو اللہ نے دیکھنے کے لئے بنایا تو یہ دیکھنے ہی کے کام آئے گی۔ اس سے سنا نہیں جا سکتا۔ یہ ایک ایسی بدیہی بات ہے جس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ پاؤں اللہ نے چلنے کو دئے، ہاتھ کام کرنے کو اور دل و دماغ سوچنے سمجھنے کو دئے۔ پھر غور فرمایئے کہ سر کو اللہ نے اعلیٰ مقام دیا۔ تو پاؤں کو ادنےٰ، آنکھ کے نور کو کئی پردوں کے اندر مستور کرکے باہر پلکوں کی پوری فوج پہرے بٹھا دی۔ کہ گرد و غبار کی ہوا تک وہاں نہ پہنچے لیکن پاؤں ہیں کہ گرد و غبار ہی ان کا مستقر ہے۔ مشتے از خروارے۔
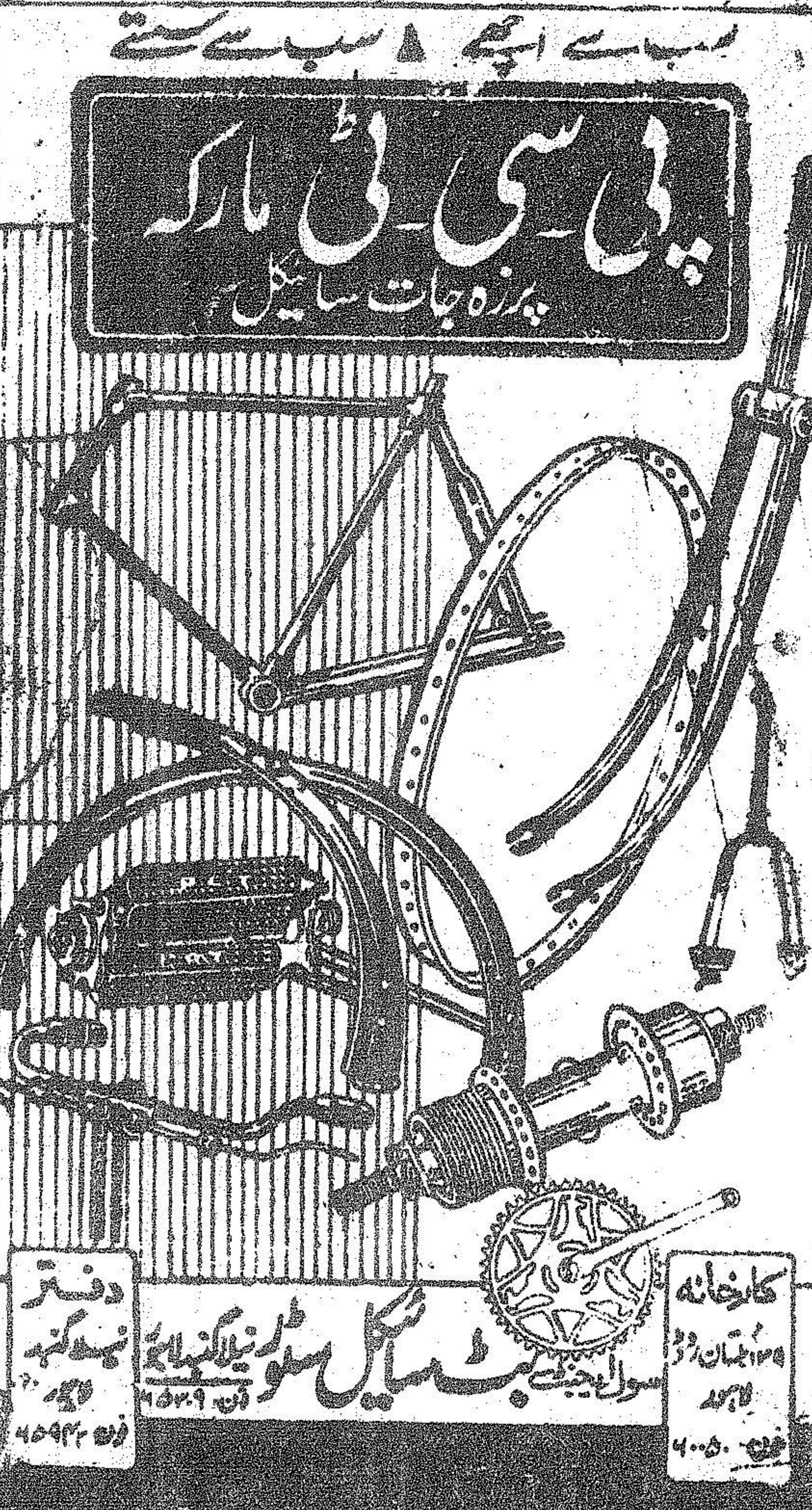
یہ چند ایک حسی مثالیں ہیں۔ وَقِسْ عَلٰی ھٰذَا۔ خود غور فرما لیں۔ اب کوئی عقل کا اندھا اگر یہ راگ الاپنے لگے کہ آنکھوں کو کیا شرف حاصل تھا کہ ان کی حفاظت کے اتنے سامان! اور پاؤں بے چاروں نے کیا گناہ کیا کہ خاک ہی ان کا بسیرا تو اس کی خام خیالی ہے۔ میرے احساس و تفکر سے غافل دوستو! کبھی ہم نے اپنے بدن اور اس فطرتی نظام پر بھی غور کیا۔ آنکھ دیکھتی ہے تو پاؤں چلتے ہیں، دل و دماغ راہنمائی کرتے ہیں تو قدم اٹھتے ہیں۔ ہر چیز کا مقام الگ ہر چیز کی ڈیوٹی الگ۔ اگر ان میں سے کوئی چیز اپنا کام چھوڑے تو یہ سارا نظام درہم برہم ہو کے رہ جاتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کو اپنے مقام پر رہنا ہوگا اور اپنی ڈیوٹی ادا کرنا ہوگی۔

ہاں بات کہنے کی جو ہے وہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا ہمدرد ہو، یہ ایک دوسرے کے غم میں شریک ہوں، اعلیٰ ادنیٰ کا خیال رکھے۔ کہ اعلیٰ کا بقا ادنیٰ پر منحصر ہے اور ادنیٰ، اعلیٰ کی مدد سے قائم ہے۔ اس لئے کہ ایک ہی بدن کے مختلف حصے ہیں۔ ایک چھنگلی میں درد ہو تو آنکھ ہی اس کے دکھ میں غم کے آنسو نہ بہائے بلکہ پورے کا پورا بدن بے چین ہو، اور اگر خدانخواستہ دل پر چوٹ آنے کا خطرہ ہو تو یہ گویا بادشاہ ہے۔ اس کی موت سے سب کی موت ہے۔ ہر چند اس کو بچانے کی کوشش کی جائے۔

بس اتنی سی بات ہے، اور اسلام جیسا کامل و اکمل مذہب یہی کچھ تو چاہتا ہے کہ سب باقی رہو، ایک اونچا اونچا رہے۔ اگر واقعی اس کا حق ہے تو، اور ادنیٰ ادنیٰ رہے۔ لیکن ایک دوسرے کا خیال بہرحال رکھا جائے۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

انسان اللہ کا خلیفہ ہے۔ اس کا کام صرف عبادت نہیں۔ اس کے ذمہ صرف ۳

۳- حقوق اللہ کی ادائیگی ہی نہیں بلکہ حقوق العباد بھی ہیں۔

(باقی آئندہ)

بے صدا ہو جائیگا یہ سازِ ہستی ایک دن

۲۳ر فروری ۶۹ء بروز اتوار، ملک کے ایک ممتاز عالم دین اور نامور محدّث مولانا محمد رفیق صاحب کشمیری اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ موصوف آزاد کشمیر کے ضلع مظفر آباد میں ایک گاؤں کنگڑ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم سابق پنجاب کی قدیم ترین درسگاہوں میں حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے شیخ العرب والعجم حضرت مدنی رح سے حدیث پڑھی۔ اور فراغت کے بعد حضرت مدنی نے آپ کو شیخ الحدیث مقرر فرما کر مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ بھیج دیا۔ جہاں آپ نے سب سے پہلے بخاری و ترمذی کا درس دیا۔ ڈھاکہ کی اقامت کے دوران میں آپ حضرت تھانوی رح کی صحبت علم و نظر سے بھی مستفید ہوتے رہے۔ اور اس سلسلہ میں کئی مرتبہ تھانہ بھون بھی حاضر ہوتے۔

برِّصغیر کی آزادی کے بعد لائل پور تشریف لے آئے۔ اور ضلع لائل پور کی عظیم الشان درسگاہ "دار العلوم ربّانیہ" آپ کی ہی مساعیٔ پیہم کا حاصل ہے۔ دو تین سال بیشتر مفتی زین العابدین صاحب کے اصرار پہ لائل پور شہر میں چلے آئے۔ اور آخر وقت تک وہیں اقامت رہی۔ مشرقی و مغربی پاکستان میں آپ کے ہزاروں شاگرد ہیں۔ آپ زندگی بھر علمِ حدیث پڑھاتے رہے۔

کشمیر کی بہشت کا درویشِ بے گلیم
بطحا کی وادیوں کے ترانے سنا گیا

ملک کے دینی حلقوں سے مولانا مرحوم کے لئے ایصالِ ثواب کے اہتمام کی خصوصی اپیل ہے۔

قاری محمد شریف قصوری کوٹ مراد خاں، قصور

سالانہ اجتماع

صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ، فضلیہ غفوریہ کا پانچواں سالانہ اجتماع زیرِ سرپرستی سید محمد علاؤ الدین شاہ صاحب نقشبندی مسجد دار السلام واقع شیخوپورہ روڈ ضلع شیخوپورہ میں ۱۲ر ۱۳ر اپریل ۶۹ء کو منعقد ہو رہا ہے۔

علاقہ کے مسلمانوں سے شرکت کی درخواست ہے

مسجد مذکور شیخوپورہ، گوجرانوالہ روڈ پر شیخوپورہ سے ساتویں میل پر واقع ہے۔

(میاں خیر الدین نقشبندی غلہ منڈی شیخوپورہ)

قرار داد تعزیت

مورخہ ۲۶؍۳؍۶۹ بروز بدھ، مدرسہ عربیہ دار العلوم کا ایک ہنگامی اجلاس بلایا گیا۔ اس میں ایک قرار داد کے ذریعے حضرت علامہ سید احمد شاہ صاحب چوکیروی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا گیا کہ سوادِ اعظم ایک مرد مجاہد اور قابل مبلغ سے محروم ہو گیا ہے۔ اجلاس میں مرحوم کے لواحقین اور صاحبزادگان سے بھی ہمدردی کا اظہار کیا گیا اور مدرسہ کے طلبار نے قرآن پاک ختم کر کے حضرت کی روح کو ایصالِ ثواب بخشا۔

قاضی مسعود الحق ناظم اعلیٰ مدرسہ عربیہ دار العلوم کلور کوٹ

تصحیح

گزشتہ شمارے میں صفحہ ۱۵ پر مولانا محمد شفیع صاحب سنکھتروی کی وفات پر جو مضمون شائع ہوا ہے، اس مضمون میں مرتب کا نام درج ہونے سے رہ گیا ہے۔ واضح ہو کہ یہ مضمون جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری مدظلہ نے مرتب فرمایا ہے۔ (ادارہ)

مجلسِ ذکر

مورخہ ۱۲ر اپریل بروز ہفتہ حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی ہیرن روڈ کرشن نگر کی جامع مسجد میں بعد نماز مغرب ذکر کرائیں گے اور اس کے بعد فضائل ذکر پر تقریر ارشاد فرمائیں گے۔ (اختر الحسن بھٹی)

شہادتِ عثمان غنی رض پر تقریر

مرکزی مدنی مسجد کمہار پورہ لاہور میں ۱۱ر اپریل بروز جمعہ سیدنا داماد نبی عثمان غنی رض کی شہادت مولانا قاری عبد الحی عابد بیان کریں گے۔ (محمد اسلم عابد جامع مسجد مدنی کمہار پورہ)

مدرس کی ضرورت

ملتان، ۲۷ر مارچ، مدرسہ دعوۃ الحق رجسٹرڈ ملتان شہر کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا حافظ محمد سلیم صاحب نے ایک اخباری بیان میں اعلان کیا ہے کہ فنِ تجوید و قرارت کے ماہر ایک حافظ، قاری، مدرسِ قرآن کی ضرورت ہے۔

خواہشمند حضرات صبح ۷ بجے سے ۱۲ بجے تک دفتر مرکزیہ حسین آگاہی ملتان شہر میں تشریف لا کر بالمشافہ گفتگو فرمائیں۔

دعائے مغفرت

شیخ التفسیر حضرت لاہوری رح کے مرید مولانا امیر عبد اللہ صاحب کتب فروش آف مانسہرہ ۱۳ر مارچ ۶۹ء کو اچانک دل کا دورہ پڑنے سے رحلت کر گئے ہیں۔ مرحوم بہت ہی نیک اور پابند صوم و صلوٰۃ انسان تھے۔ ذریعہ معاش کتب فروشی تھا۔ مغربی پاکستان میں مختلف مقامات کا دورہ کر کے کتابیں فروخت کرتے تھے۔ قارئین مرحوم کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین

اسلامی کیلنڈر ۱۳۸۹ھ مفت

نئے اسلامی سال ۱۳۸۹ ہجری کا خوبصورت عمدہ رنگین کیلنڈر جس پر خاص طور پر ختم نبوت کے طغرے طبع کرائے گئے ہیں۔ اپنی دکان، مسجد، گھر یا کسی بھی جگہ پر چسپاں کرنے کے لئے بالکل مفت، محصول ڈاک کے لئے صرف دس پیسے کے ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیں۔

(نوٹ) سارا کیلنڈر بلاکوں پر طبع شدہ ہے۔

محمد رمضان میمن۔ التقویم ۱۲۰ خواجہ شہاب الدین مارکیٹ صدر، کراچی ۳

بچوں کا صفحہ

عرب کا چاند

محمد سلیم ضیاء

بچو! سمندر پار ایک ملک ہے۔ جس کا نام عرب ہے۔

ملک عرب میں مکہ ایک مشہور شہر ہے۔ اب سے دو ہزار سال پہلے وہاں کی حالت بہت خراب تھی۔ لوگ جُوا کھیلتے، بدکاریاں کرتے اور ہمیشہ آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ اپنی زندہ لڑکیوں کو زمین میں گاڑ دیا کرتے تھے۔

ان جاہلوں کے بہت سے خاندان تھے۔ ان میں ایک خاندان سب سے زیادہ عزت دار سردار تھا۔ اس کا نام قریش تھا۔ اسی خاندان قریش کے ایک بزرگ عبدالمطلب کے کئی بیٹے تھے۔ ایک بیٹے کا نام عبداللہ تھا۔ ان کی شادی آمنہ سے ہوئی۔ آمنہ کو اللہ تعالےٰ نے ایک نورانی بیٹا عطا فرمایا۔ جن کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھا۔ عبداللہ کا انتقال ان کی پیدائش سے کچھ پہلے ہو چکا تھا۔

عرب میں عام دستور تھا کہ شہر کے لوگ اپنے بچوں کو دیہات میں پرورش کرایا کرتے تھے۔ تاکہ کھلی ہوا میں رہ کر ان کی صحت اچھی ہو جائے۔ ایک دایہ جن کا نام حلیمہ سعدیہ تھا۔ آپؐ کی پرورش کا بیڑہ اٹھایا۔ بس پھر کیا تھا زمین و آسمان سے مبارکبادی کے پیغام آئے۔ فرشتوں نے اپنی آنکھیں ان کے پاؤں تلے بچھائیں اور کہا ؎

بڑی تُو نے توقیر پائی حلیمہ
بنی تُو محمدؐ کی دائی حلیمہ

اس نورانی یتیم سے حلیمہ کو اتنی محبت ہو گئی کہ اپنی اولاد سے زیادہ چاہنے لگیں۔ حلیمہ کا بڑا لڑکا روزانہ بکریاں چرانے جنگل جایا کرتا تھا۔ یہ نورانی معصوم ذرا سیانا ہوا تو حلیمہ سے پوچھا۔ اماں! بھائی جان سارا دن کہاں رہتے ہیں؟ انہوں نے کہا۔ بیٹا! یہ بکریاں چرانے جنگل جایا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ آج سے میں بھی جایا کروں گا۔ آپؐ نے اپنے اس عمل سے یہ بتا دیا کہ گھر کا کام مل جل کر کرنا چاہیئے۔

چار سال کی عمر میں مکہ اپنے گھر واپس آئے۔ چھ سال کے ہوئے تو والدہ کا انتقال ہو گیا۔ والد محترم تو پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔ دادا تھے وہ بھی آٹھ سال کا چھوڑ کر چل بسے۔ پھر آپ کے چچا ابو طالب نے اپنی تربیت و نگرانی میں لے لیا۔

آپؐ چھوٹی سی عمر میں ہی اپنے ہم عمر لڑکوں سے ملتے تو انہیں اچھی نصیحتیں کرتے۔ صاف ستھرے رہتے، بزرگوں کا ادب کرتے۔ محلّہ کی بوڑھی اور اپاہج لوگوں کی خدمت کرتے۔ کبھی آوارہ نہ ہوتے نہ ہی کبھی گالی دیتے۔

شرم و حیا اس قدر تھی۔ کہ کوئی بے شرمی کی بات کسی دوسرے سے بھی سن لیتے تو مارے شرم کے پسینہ پسینہ ہو جاتے۔ ہمیشہ سچ بولتے۔ سارے مکہ والے آپؐ کو سچا ہونے کی وجہ سے بڑا مانتے۔ امانت میں کبھی خیانت نہ کرتے۔ اسی وجہ سے آپؐ بچپن ہی میں "صادق" اور "امین" کے نام سے مشہور ہو گئے۔ گھر میں بیٹھے بیٹھے جب دل ذرا گھبرا جاتا تو شہر سے باہر نکل جاتے۔ اور مکہ سے تین میل کے فاصلے پر جنگل میں ایک پہاڑ کے غار میں بیٹھ کر اللہ کو یاد کرتے رہتے۔ اس غار کا نام حرا ہے۔

چالیس برس کی عمر میں اللہ نے آپؐ کو اپنا حبیب رسول بنا لیا۔ اور تمام نبیوں کا سردار بنا دیا۔ اللہ نے آپؐ کا درجہ اتنا بلند کیا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہ قانون بنا دیا کہ میں اس کو اچھا سمجھوں گا جس کو میرا پیارا محمدؐ اچھا سمجھے۔ اور جس کو وہ بُرا جانیں خواہ وہ کوئی ہو، کتنا ہی خاندانی، شریف اور بڑا آدمی ہو میرے دربار میں اچھا نہیں بن سکتا۔

آپؐ نے عرب کی اصلاح کی۔ وہی بچے بدمعاش، شرابی اور ڈاکو، بڑے نیک بڑے شریف بڑے عابد و زاہد و متقی و پرہیزگار بنے پہلے ان کی یہ حالت تھی کہ دنیا کے لوگ ان سے نفرت کرتے تھے۔ اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ فرشتے ان کی زیارت و قدمبوسی کے لئے آنے لگے ان کو صحابہ کہتے ہیں۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عرب کی اصلاح شروع کی تو وہاں کے نفس پرست اور خود غرض کافروں نے آپؐ کی مخالفت کی اور اس طرح آپؐ کو اور آپؐ کے ماننے والوں کو تکلیفیں پہنچائیں پھر سارے عرب پر نہیں بلکہ آس پاس کے ملکوں پر بھی اللہ نے آپؐ کو غلبہ عطا فرمایا۔

الحمدللہ! کہ ہم نے بھی آپؐ کو مانا۔ یہ ہمارے رسولؐ ہیں اور ہم ان کی امت ہیں۔ اگر ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو مانیں تو اللہ تعالےٰ ہمیں بھی اسی طرح عزتیں بخشے۔ جس طرح عرب کے لوگوں کو عطا فرمائی تھیں۔

سارا عرب کافر تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک یتیم اکیلے تھے۔ سارے عرب کے خلاف آپؐ نے آواز اٹھائی۔ وہ طاقت ور، دولت مند۔ یہ اللہ کا بندہ اکیلا۔ لاوارث۔ غریب تھا۔ مگر آپ نے ان کی کثرت و طاقت و قوت کی پروا نہ کی اور اللہ کا پیغام پہنچاتے رہے اور مخالفوں کو نیچا دکھایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بول بالا کیا۔

عزیز بچو! اگر ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں اور آپؐ کے فرمانبردار بن جائیں تو اللہ ہماری بھی مدد فرمائے اور اسلام کے دشمن پر غلبہ اور قوت بخشے۔ نہ ان کی کثرت ہمیں نقصان پہنچائے اور نہ ان کے مال و دولت اور قوت و شوکت ہمارا کچھ بگاڑ سکے اس وجہ سے کہ خدا کی رحمت و مدد ہمارے ساتھ ہوگی اور بھلا خدا کی قوت سے زیادہ کس کی قوت ہو سکتی ہے۔ اللہ سب سے زیادہ طاقت والا ہے۔ جس کو وہ عزت دینا چاہے کوئی اسے ذلیل نہیں کر سکتا۔ اور جس کو وہ ذلیل کر دے اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا۔

بچو! جب تم بھی کسی مجلس میں یا پڑھتے وقت اپنے حضورؐ کا نام پاک لو یا سنو تو صلی اللہ علیہ وسلم ضرور کہا کرو۔ اس سے بڑی برکتیں اور نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ خدا ہمیں نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ٹیلیفون ۶۷۵۴۵

چیف ایڈیٹر عبیداللہ انور	The Weekly "KHUDDAMUDDIN" LAHORE (PAKISTAN)	رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۲۷-۲۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD۹-۲۰۶۷۶/۴۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ چٹھی نمبر G/۳۲-۴۶-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

بدل اشتراک ہفت روزہ خدام الدین لاہور

پاکستان اور انڈیا میں سالانہ چندہ	۱۱ —— ۰۰
〃 〃 〃 ششماہی	۶ —— ۰۰
〃 〃 〃 سہ ماہی	۳ —— ۰۰
سعودی عرب بذریعہ ہوائی جہاز سالانہ چندہ	۴۲ —— ۰۰
〃 〃 بحری ڈاک	۱۱ —— ۰۰
〃 〃 ہوائی ڈاک ششماہی	۲۱ —— ۰۰
〃 〃 بحری	۶ —— ۰۰
انگلینڈ بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ	۶۲ —— ۴۰
〃 〃 بحری	۱۸ —— ۸۰

انڈیا کے خریدار اپنا چندہ بجرماہنامہ الفرقان کچہری روڈ لکھنؤ ارسال کر کے رسید ہمیں ارسال کر دیں۔
(سرکولیشن منیجر)

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبیداللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔